خطبہ نمبر

قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل
لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

سوموار 23 مئی 2022ء | 22 شوال 1443 ہجری قمری | 23 ہجرت 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:122

ارشادِ باری تعالیٰ

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۰﴾

(الزمر:10)

ترجمہ: تو کہہ دے کیا علم والے لوگ اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں نصیحت تو صرف عقل مند لوگ حاصل کیا کرتے ہیں۔

فرمانِ خلیفہ وقت

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ دعا سکھا کر (رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا) مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے یہ دعا صرف برائے دعا ہی نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر اور یہ کہنے سے علم میں اضافے کا عمل شروع ہو جائے گا۔ بلکہ یہ توجہ ہے مومنوں کو کہ ہر وقت علم حاصل کرنے کی تلاش میں بھی رہو، علم حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے رہو۔ طالب علم ہو تو محنت سے پڑھائی کرو اور پھر دعا کرو تو اللہ تعالیٰ حقائق اشیاء کے راستے بھی کھول دے گا۔ علم میں اضافہ بھی کر دے گا اور پھر صرف یہ طالب علموں تک ہی بس نہیں ہے بلکہ بڑی عمر کے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں۔ اور اس دعا کے ساتھ اس کوشش میں بھی لگے رہیں کہ علم میں اضافہ ہو اور اس کی طرف قدم بھی بڑھائیں۔ تو یہ ہر طبقے کے سب عمروں کے لوگوں کے لئے یہی دعا ہے۔

آج یہ ذمہ داری ہم احمدیوں پر سب سے زیادہ ہے کہ علم کے حصول کی خاطر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی قرآن کریم کے علوم و معارف دیئے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے ماننے والوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں انہیں علم و معرفت اور دلائل عطا کروں گا۔

(خطبہ جمعہ 18/ جون 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- خدام احمدیت (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز
- میری دادی جان کی قیمتی یادیں

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن حارث بن زبیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے اندر تفقہ فی الدین پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ایسی ایسی جگہ سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے۔ جس کا اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

(ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم)

حضرت سلطان القلم کے رشحاتِ قلم

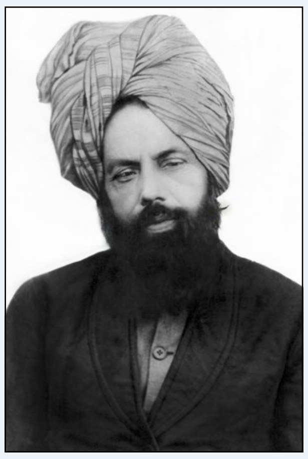

وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے میں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر میں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہوا ہوں۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 161 ایڈیشن 1989ء)

یَا اَحۡمَدُ فَاضَتِ الرَّحۡمَۃُ عَلٰی شَفَتَیۡکَ۔ (دیکھو) براہین احمدیہ صفحہ 517۔ ترجمہ۔ اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری کی جاوے گی۔ بلاغت اور فصاحت اور حقائق اور معارف تجھے عطا کئے جاویں گے۔ سو ظاہر ہے کہ میری کلام نے وہ معجزہ دکھلایا کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ اس الہام کے بعد بیس سے زیادہ کتابیں اور رسائل میں نے عربی بلیغ فصیح میں شائع کئے مگر کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ خدا نے ان سے زبان اور دل دونوں چھین لئے اور مجھے دے دیئے۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 510)

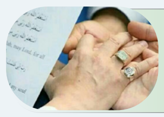

دربارِ خلافت

حکمت سے تبلیغ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام کا مطالعہ بھی ضروری ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جو حکمت کا لفظ تبلیغ کے لئے استعمال کیا ہے تو اس کے بہت سے معنی ہیں، مختلف حالات اور مختلف لوگوں کے لئے راستوں کی طرف نشاندہی کر دی، کس طرح کن لوگوں سے تم نے واسطہ رکھنا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ دین کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے جو قرآنِ کریم کے پڑھنے، اُس کی تفاسیر کے پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس سے اپنی دلیلوں کو مضبوط کرو۔ پھر بعض باتیں جن کی مزید وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں فرمائی ہوئی ہے، اُن کے ذریعہ سے دلیلوں کو مضبوط کرو۔ اسلام کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بعض اعتراض کئے جاتے ہیں تو ان کے بارے میں بھی مضبوط دلیلیں قائم کرو اور مزید حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

پھر حکمت کے معنی عدل کے بھی ہیں۔ بحث میں ایسی باتیں اور ایسی دلیلیں کبھی نہیں لانی چاہئیں جو اعتراض پر مبنی ہوں اور بجائے اس کے کہ اسلام کی اس تعلیم کے ہر موقع پر ایک مسلمان سے انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں، بعض ایسی باتیں ہو جائیں جو اچھے اثر کے بجائے غلط اثر ڈالیں، جو انصاف کے بجائے ظلم پر مبنی ہوں۔غیر احمدیوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں علمی لحاظ سے مار کھانے لگتے ہیں، فوراً ظلم اور گالی گلوچ اور ایسی باتوں پر اتر آتے ہیں جو بجائے خدا کے کلام کی حکمت ظاہر کرنے کے اُن کا گند ظاہر کر رہی ہوتی ہے۔ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے علم کلام سے اس قدر لیس فرما دیا ہے کہ ہمارے کسی قول سے تبلیغ کے دوران ناانصافی اور ظلم کا اظہار ہو ہی نہیں سکتا۔

پس حکمت سے تبلیغ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا مطالعہ بھی ضروری ہے اور یہ صرف تبلیغ میں ہی مدد نہیں دے گا بلکہ یہ ہر احمدی کی تربیت میں بھی ایک کردار ادا کر رہا ہو گا۔ اسی طرح حکمت نرمی اور بردباری کو بھی کہتے ہیں۔ اس میں صبر بھی شامل ہے۔تبلیغ میں نرمی اور صبر بہت ضروری چیز ہے۔ بہت نئے آنے والے جو ہیں خاص طور پر پوچھتے ہیں کہ ہم اپنے رشتہ داروں کو کس طرح تبلیغ کریں؟ بعض قریبیوں کے لئے اُن کے دل میں بڑا درد ہوتا ہے۔ ان کی ایک بے چینی کی کیفیت ہوتی ہے۔ خاص طور پر جب وہ اپنے عزیزوں کو احمدیت کے بارے میں بتاتے ہیں تو بجائے باتیں سننے کے آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور سختی سے کلام کرتے ہیں تو اُس وقت ہر احمدی کا کام ہے کہ نرمی اور صبر کا مظاہرہ کرے۔ یہ حکمت ہے اور یہ بہت ضروری چیز ہے۔ بہت سوں کے دل جو ہیں وہ حکمت سے نرم ہو جاتے ہیں صبر اور نرمی سے نرم ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگ اپنے واقعات لکھتے ہیں کہ ہمارے صبر اور حوصلہ ایسا تھا کہ لگتا تھا کہ دامن چھوٹ رہا ہے لیکن ہم صبر کرتے رہے اور ہمارا صبر رنگ لایا اور ہمارا فلاں عزیز اب بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔

(خطبہ جمعہ 5/ اپریل 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آج کی دعا

رَبِّ قَدۡ اٰتَیۡتَنِیۡ مِنَ الۡمُلۡکِ وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۟ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾

(یوسف:102)

ترجمہ: اے میرے ربّ! تو نے مجھے امورِ سلطنت میں سے حصہ دیا اور باتوں کی اصلیت سمجھنے کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تُو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔ مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زُمرہ میں شامل کر۔

یہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکرانِ نعمت اور انجام بخیر کی بہت پیاری دعا ہے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بھائیوں کے حسد و مکر کی وجہ سے ایک لمبا عرصہ اپنے والدین سے جدا رہے۔ پھر جب اللہ نے اپنے خاص فضل سے آپ کو دنیاوی مرتبہ ووجاہت سے نوازا اور والدین سے ملوا دیا تو آپؑ نے اپنے والدین کو نہایت عزت وتکریم کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور اس کے بعد آپؑ نے خدا کے حضور یہ دعا فرمائی۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

خدام احمدیت

(کلام خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ہیں بادہ مست بادہ آشام احمدیت
چلتا ہے دور مِینا و جام احمدیت
تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں
تھامے ہوئے سبوئے گلفامِ احمدیت

خدام احمدیت، خدام احمدیت

جب دہریت کے دم سے مسموم تھیں فضائیں
پھوٹی تھیں جابجا جب اِلحاد کی وبائیں
تب آیا اک منادی اور ہر طرف صدا دی
آؤ کہ اِن کی زد سے اِسلام کو بچائیں

زور دُعا دکھائیں خدام احمدیت

پھر باغ مصطفٰیؐ کا دھیان آیا ذُوالمِنَن کو
سینچا پھر آنسوؤں سے احمدؑ نے اِس چمن کو
آہوں کا تھا بلاوا پھولوں کی انجمن کو
اور کھینچ لائے نالے مرغانِ خوش لحن کو

لوٹ آئے پھر وطن کو خدامِ احمدیت

چمکا پھر آسمانِ مشرق پہ نامِ احمدؑ
مغرب میں جگمگایا ماہ تمامِ احمدؑ
وہم و گماں سے بالا عالی مقامِ احمدؑ
ہم ہیں غلامِ خاکِ پائے غلامِ احمدؑ

مرغانِ دامِ احمدؑ خدامِ احمدیت

ربوہ میں آجکل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا
تبلیغ احمدیت دنیا میں کام اپنا
دار العمل ہے گویا عالم تمام اپنا

پوچھو جو نام اپنا، خدامِ احمدیت

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے
پسر مسیحؑ دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دور لیکن
وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے

تم کو بلا رہا ہے، خدامِ احمدیت!

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 20؍ مئی 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

حضرت خالدؓ بن ولید دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھتے تھے، میدانِ معرکہ میں ہمیشہ پوری تیاری اور مکمل احتیاط کے ساتھ رہتے کہ اچانک دشمن حملہ نہ کر دے اور کوئی سازش نہ کر بیٹھے۔ آپؓ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپؓ خود سوتے نہیں تھے، دوسروں کو سلاتے تھے، پوری تیاری کے ساتھ رات گزارتے، آپؓ پر دشمن کی کوئی بات مخفی نہ رہتی

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد، تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت بعد جنگ یمامہ کی تفصیل میں ارشاد فرمایا! یمامہ میں سخت جنگجو قوم بنو حنیفہ آباد تھے، ان کی بابت تفسیر قرطبیؒ میں آیت سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (الفتح:17) تم عنقریب ایک ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہو گی تم اُن سے قتال کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے کی تفسیر میں لکھا ہے، رافعؓ بن خدیج کہتے ہیں ہم یہ آیت پڑھتے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لوگ کون ہیں یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے ہمیں بنو حنیفہ کے قتال کے لئے بلایا تو ہمیں پتا چلا کہ اِن سے مراد یہ قوم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہ و اہل یمامہ کو دعوت اسلام

جب رسول اللہؐ نے ابتداء سات ہجری یا بعض کے نزدیک چھ ہجری میں مختلف ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے تو ایک خط یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی اور اہل یمامہ کے نام بھی لکھا۔

9ہجری میں مختلف وفود کی طرح وفد بنو حنیفہ کی مدینہ آمد

اِس وفد میں مُجاعہ بن مُرارہ کے علاوہ رَجّال بن عُنفُوہ، مُسَیلمہ کذّاب اور ابو ثمامہ بھی شامل تھے۔ یہ وفد بنو نجار کی ایک انصاری خاتون رملہؓ بنت حارث کے وسیع گھر میں ٹھہرا، جب بغرض بیعت رسولِ کریمؐ متواتر وفود آئے تو آپؐ نے مدینہ میں اِسی گھر کو مقرر کر لیا جہاں وفود ٹھہرتے تھے۔ مُسَیلمہ ہمراہ اوّل الذکر وفد بشرف ملاقات رسول اللہؐ حاضر نہ ہو سکا بعض روایات ایسی بھی ملتی ہیں جو اِس کے برعکس ہیں، حضور انور ایدہ اللہ نے اِس کی تصریح فرمائی! عموماً اِسی بارہ میں روایات ہیں کہ مُسَیلمہ پہلی مرتبہ آپؐ سے ملا، اِس بارہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے دوسری دفعہ جب آیا ہو تب ملا ہو۔

اگر تُو یہ چھڑی بھی مانگے تو مَیں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا

بروایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما زمانۂ رسول اللہؐ میں مُسَیلمہ کذّاب آیا اور کہنے لگا! اگر محمدؐ اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو مَیں ان کی پیروی کروں گا۔ آپؐ خود اُس کے پاس تشریف لے گئے اور آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی فرمایا! اگر تُو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو مَیں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تُو اپنے متعلق ہرگز اللہ کے فیصلہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور اگر تُو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تیری جڑھ کاٹ دے گا اور مَیں دیکھتا ہوں کہ تُو وہی شخص ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں بہت کچھ دکھایا گیا ہے۔

مَیں تم کو وہی شخص پاتا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں دکھایا گیا

اِس ارشاد کی بابت عندالاستفسار حضرت ابنِ عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا، رسول اللہؐ نے فرمایا! ایک بار مَیں سویا ہؤا تھا اِس اثناء میں اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے اُن کی کیفیت نے مجھے فکر میں ڈال دیا پھر مجھے خواب میں وحی کی گئی کہ مَیں اِن پر پُھونکوں چنانچہ مَیں نے اُن پر پُھونکا اور وہ اُڑ گئے، مَیں نے اِن کی تعبیر دو جھوٹے شخص سمجھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔ راوی عُبیداللہؒ نے کہا! اِن میں سے ایک وہ عَنسی ہے جس کو فیروزؒ نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مُسَیلمہ۔

وفد کی یمامہ واپسی پر اللہ کا دشمن مُسَیلمہ مرتد ہو گیا

نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا مجھے بھی آپؐ کے ساتھ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے، اپنے متبعین سے پوچھا کیا جب تم نے آپؐ کے پاس میرا ذکر کیا تھا تو اُنہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مکان و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے بُرا نہیں ہے، یہ صرف اِس لئے کہا تھا کہ آپؐ جانتے تھے آپؐ نبی ہیں اور مجھے بھی آپؐ کے معاملہ میں شریک کر لیا گیا ہے۔

مُسَیلمہ نے اپنی ہی شریعت شروع کر دی

پھر مُسَیلمہ بناوٹ کر کے لوگوں کے لئے قرآن کریم کی نقل کرتے ہوئے کلام بنانے لگا اور اُن سے نماز معاف کر دی، بمطابق ایک روایت اُس نے دو نمازیں عشاء اور فجر معاف نیز لوگوں کے لئے شراب اور زناء کو حلال قرار دے دیا، اِس کے ساتھ وہ یہ بھی گواہی دیتا کہ آنحضورؐ نبی ہیں، بنو حنیفہ نے اِن باتوں پر اِس سے اتفاق کر لیا۔

ایک اور سبب جس نے مُسَیلمہ کی طاقت بڑھائی

وہ یمامہ کے رہائشی رَجّال بن عُنفُوہ کا اِس سے مل جانا تھا، جو بعد ہجرت نبی کریمؐ کے پاس مدینہ آ گیا تھا جہاں اِس نے قرآنِ کریم پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔ جب مُسَیلمہ نے ارتداد اختیار کر لیا تو آپؐ نے اُسے اہلِ یمامہ کی طرف معلّم نیز لوگوں کو مُسَیلمہ کی اطاعت سے روکنے کے لئے بھیجا لیکن یہ اُس سے زائد فتنہ کا باعث ہؤا، اِسی طرح اُس کی نبوت کا جھوٹا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ منجانب رسول اللہؐ ایک جھوٹا قول بھی منسوب کیا کہ مُسَیلمہ نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے، علمِ قرآن کے باعث لوگوں نے اُس کی باتوں کا یقین بھی کر لیا۔

متن خط مُسَیلمہ بجانب رسول اللہؐ و جواب رسول اللہؐ

اللہ کے رسول مُسَیلمہ کی جانب سے بنام رسول اللہؐ: اما بعد! نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ اِس کے جواب میں آپؐ نے اُسے خط لکھا! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ منجانب محمد نبیؐ بنام مُسَیلمہ کذّاب: اما بعد! یقیناً زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اُس کا وارث بنا دے گا اور عاقبت متقیوں کی ہی ہؤا کرتی ہے اور اِس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

صبر و استقامت کے پہاڑ حضرت حبیبؓ نے جامِ شہادت نوش کر لیا

مؤخر الذکر خط حبیبؓ بن زید انصاری لے کر گئے، اُنہوں نے جب یہ خط مُسَیلمہ کو دیا تو اُس نے کہا! کیا تم اِس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں؟ جواب ملا، ہاں! پھر اُس کے اپنی نبوت کی گواہی مانگنے پر اُنہوں نے بات ٹالتے ہوئے کہا! مَیں بہرہ ہوں، مَیں سنتا نہیں۔ بار بار یہی سوال دہرانے نیز ہر مرتبہ حسبِ منشاء جواب نہ ملنے پر وہ اُن کے جسم کا ایک عضو کاٹ دیتا۔ آپؓ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے یہاں تک کہ اُس نے آپؓ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور آپؓ جام شہادت نوش کر گئے۔

مُسَیلمہ نے یمامہ میں علمِ بغاوت بلند کر دیا تھا

اُس نے عاملِ نبی کریمؐ حضرت ثمامہؓ بن اثال کو وہاں سے نکال دیا، بعد از وفات رسول اللہؐ حضرت ابوبکرؓ نے بطرف مرتدین مختلف لشکر بھیجے جن میں حضرت عکرمہؓ اور حضرت شُرحبیلؓ بن حَسَنَہ کو آپؓ کے تاکیدی احکام کی عدم پیروی نیز جلد بازی سے کام لیتے ہوئے لڑائی شروع کرنے پر لشکر مُسَیلمہ کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو مُسَیلمہ کی طرف بھیجا

نیز آپؓ کی مدد کے لئے بقیادت حضرت صلیطؓ مزید کمک بھی روانہ فرمائی تاکہ وہ اِن کے عقب کی حفاظت کرے، اُن کے ساتھ مِل کر جنگ کرنے کے لئے ایک جماعتِ مہاجرین و انصار بھی روانہ فرمائی۔ حضرت خالدؓ بن ولید بُطاح مقام پر اِس لشکر کا انتظار کر رہے تھے جب یہ سب آپؓ کے پاس پہنچ گئے تو بطرف یمامہ روانہ ہوئے۔ بڑے معرکہ سے پہلے ہی بنو حنیفہ کے ایک سردار مُجاعہ بن مُرارہ کی ہمراہ اپنے ساتھیوں گرفتاری کے ضمن میں بیان ہؤا کہ سب کے قتل کے بعد باقی رہ جانے والے ساریہ بن مُسَیلمہ بن عامر نے مشورہ دیا، اے خالدؓ! اگر تم اہلِ یمامہ کے بارہ میں کوئی خیر یا شر چاہتے ہو تو مُجاعہ کو زندہ رکھو کیونکہ یہ جنگ اور امن میں تمہارا مددگار ہو گا۔ آپؓ کو اُس کی بات پسند آئی اور مُجاعہ کو قتل نہ کیا بایں ہمہ اُسے بھی زندہ رکھا۔

بنو حنیفہ اور مسلمانوں کے مابین مقام عقرباء میں گھمسان کی جنگ

بافراغت گروہِ مُجاعہ حضرت خالدؓ یمامہ کی طرف چلے اور محکم منصوبہ بندی کا اہتمام کیا، آپؓ نے حضرت شُرحبیلؓ بن حَسَنَہ کو آگے بڑھایا اور اسلامی فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جو کہ قبل معرکہ آخری ترتیب تھی۔ مُسَیلمہ کے حامی جنگوؤں کی تعداد چالیس ہزار جبکہ بمطابق دوسری روایت ایک لاکھ یا اُس سے بھی زیادہ جبکہ مسلمان دس ہزار سے زائد تھے، مسلمانوں کو اِس سے پہلے ایسی جنگ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا، مسلمان پسپا ہو گئے۔ لشکر اسلام کے پیچھے ہٹنے کے باوجود حضرت خالدؓ بن ولید کے عزم و ثبات اور جرأت و استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ آپؓ نے پکار کر اپنے لشکر سے کہا! اے مسلمانو، علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ تاکہ ہم دیکھ سکیں کہ کس قبیلہ نے لڑائی میں سب سے اچھا بہادری کا مظاہرہ کیا ہے، اِس اعلان سے گویا آپؓ نے تمام قبائل میں ایک نئی روح اور جذبۂ مسابقت پیدا کر دیا۔ آخر پر اِس تناظر میں مسلمانوں کو دلائی گئی مزید ترغیب بحوالہ حضرت ثابتؓ بن قیس مختصر تفصیل بیان ہوئی جو کہ حَنُوط مَل کر کفن باندھے، دشمن کے بالمقابل ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش کیا۔

خطبہ ثانیہ سے قبل حضور انور ایدہ اللہ نے ایک شہید اور دو مرحومین کا تفصیلی تذکرۂ خیر نیز بعد از نماز جمعۃ المبارک ان کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔

(قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29/ اپریل 2022ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

”نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔“ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

رمضان المبارک میں کی جانے والی نیکیاں سارا سال جاری رکھنے کی تلقین

”ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں“

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لیے جہاں ایمان میں مضبوطی ضروری ہے وہاں علمی اور عملی ترقی بھی ضروری ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے

دنیا کے عمومی حالات نیز اسیرانِ راہ مولیٰ اور پاکستان و دیگر ممالک میں مخالفت برداشت کرنے والے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک

محترم عبدالباقی ارشد صاحب (چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ یو کے) کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ حاضر

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

رمضان آیا اور تمام ان لوگوں پر جنہوں نے اس سے فیض پانے کی کوشش کی برکتیں بکھیرتے ہوئے گزر گیا۔ اب دو روز باقی رہ گئے ہیں یا شاید بعض جگہ تین روزے رہتے ہوں لیکن بہرحال رمضان اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ ایک عقل مند اور حقیقی مومن ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور رکھنا چاہیے کہ رمضان کے ختم ہونے سے ہم اپنی بہت سی ذمہ داریوں اور فرائض سے آزاد نہیں ہو گئے بلکہ

رمضان ان فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی تربیت کر کے گیا ہے۔

ان فرائض کی ادائیگی اور مستقل ادائیگی کے طریق سکھانے آیا تھا اور ان میں ترقی کی منازل کی نشاندہی کرنے آیا تھا اور یہ سکھاتے ہوئے اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ بے شک فرض روزوں کا مہینہ تو ختم ہو رہا ہے لیکن باقی فرائض کی ادائیگی کے معیاروں کو اونچا رکھنے اور ان میں ترقی کرتے چلے جانے کا وقت شروع ہو رہا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو بھول گئے کہ رمضان کے بعد ہم نے اپنے فرائض اور حقوق کی ادائیگی کے معیاروں کو کس طرح قائم رکھنا ہے تو ہم نے اپنا رمضان اس طرح نہیں گزارا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الصلوات الخمس … الخ حدیث ۵۵۲)

یہاں واضح ہو کہ

اگر انسان اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور گناہوں کی نشاندہی نہیں کرتا، ان سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا اور ان کے سرزد ہونے پر توبہ و استغفار نہیں کرتا تو وہی کبیرہ گناہ بن جاتے ہیں۔

پس یہاں مراد یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھے، استغفار کرتا رہے تا کہ ان چیزوں سے بچتا رہے۔ پس اگر ہم ایک رمضان کو دوسرے رمضان کے ساتھ نیکیاں کرتے ہوئے اور اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے، اپنے حق ادا کرتے ہوئے جو عبادتوں کے بھی حق ہیں اور لوگوں کے بھی حق ہیں سال کے باقی مہینے نہیں گزارتے تو ہم نے رمضان سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر معاملے میں بڑی کھول کر ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ بار بار مسلسل ہمیں نصیحت فرمائی کہ اپنی عبادتوں کے بھی حق ادا کرو اور بندوں کے بھی حق ادا کرو۔ اپنی زندگیاں گزارنے کے لیے ایک لائحہ عمل ہمیں دے دیا۔ اگر ہم اس لائحہ عمل کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں، اس طریق کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کریں تو یقیناً ہم ان راستوں پر چلنے والے بن جائیں گے جو نیکیوں میں بڑھنے اور ترقی کرنے کے راستے ہیں، جو ایک رمضان سے دوسرے رمضان کو ملانے کے راستے ہیں، جو اس دوران کی جانے والی غلطیوں اور گناہوں سے بچانے کے راستے ہیں، معاف کروانے کے راستے ہیں۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ غلامِ صادق ہی ہیں جو ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں اور کھول کر بیان فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مستقل وارث بننا ہے تو ان پر عمل کرو۔ پس آپؑ کی نصائح میں سے چند نصائح مَیں اس وقت بیان کروں گا۔

رمضان میں ہماری عبادت کی طرف توجہ

پیدا ہوتی ہے۔ فرض نمازیں اور نوافل ہم خاص اہتمام سے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نمازوں کی فرضیت کوئی خاص مہینہ اور کسی خاص وقت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ دن میں پانچ نمازیں اپنے مقررہ وقت پر سال کے بارہ مہینوں میں ادا کرنی ضروری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مومنوں کو بار بار توجہ دلائی ہے۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو کفر اور شرک کے قریب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترك الصلوٰۃ حدیث ۲۴۷)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور نجات پا گیا۔

(سنن الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء ان اول ما یحاسب بہ العبد … الخ حدیث ۴۱۳)

پس یہ اہمیت ہے نماز کی۔ کسی خاص مہینے کے لیے مخصوص نہیں بلکہ دن میں پانچ نمازوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بار بار نمازوں کی اہمیت کی تلقین کی ہے اور نصیحت فرمائی ہے اور کھول کر بیان فرمایا کہ نماز کیا ہے؟ کس طرح ادا کرنی چاہیے؟ کس طرح ہم نماز سے لذت اٹھا سکتے ہیں؟ اور یہ لذت اٹھانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ ایسی نمازیں ہوں جو اللہ تعالیٰ سے محبت میں بڑھانے والی ہوں۔ یہ نہیں کہ جب ضرورت ہوئی، کوئی دنیاوی مسئلہ پیش ہوا تو جائے نماز بچھائی یا مسجد میں چلے گئے اور تھوڑی سی گریہ وزاری کر لی، رو لیے، دعائیں کر لیں۔ جب مسئلہ حل ہو گیا تو پھر بھول گئے یا صرف رمضان میں ہی نمازوں کی طرف توجہ کر لی پھر بھول گئے یا وہ توجہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ اگر یہ ہو تو پھر نہ نمازیں گناہوں سے معاف کروانے والی ہوتی ہیں نہ جمعہ اور نہ روزے۔ جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے جو مَیں نے پیش کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ

”نماز کیا ہے؟“

فرمایا ”یہ ایک خاص دعا ہے۔ مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔“ مجبوری سے پڑھنی ہے۔ ”نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اس کے غناء ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا، تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہے۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔“ فرمایا کہ ”مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادات اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔“ یہ تو محبت کی باتیں ہیں، محبت ہو تو صحیح طرح ان فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ”اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے۔“ رسموں میں انسان زیادہ پڑ گیا ہے۔ ”اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔“ دوائیاں کھا کے یا مرض کی وجہ سے منہ بک بکا ہو جاتا ہے، مزہ ہی نہیں آتا کسی چیز کا۔ مریض کھانے سے انکار کر دیتے ہیں یا کھانے میں برائیاں نکالنے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ”اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظّ اور لذت نہیں پاتے۔“ وہ بھی بیماروں کی طرح ہیں ”ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔“ فرمایا کہ ”لذت اور سرور تو ہے۔“ یہ نہیں کہ نہیں ہے ”مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذٰریات: 57) اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔“ ضرور اس درجہ کا رکھا ہونا چاہیے جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ”اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربے سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔“ فرمایا کہ ”مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔“ سب کھانے والی چیزیں انسان کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ ”تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظّ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیا دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اَور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہیں۔“ ہر چیز میں لذت ہے اور انسان اس سے حظّ اٹھاتا ہے تو پھر عبادت میں کیوں نہیں۔ فرمایا کہ ”خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں ہے اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر اور بلند ہے۔“ فرمایا ”جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 160 ایڈیشن 1984ء ایڈیشن 1984ء) اس کی حالت بھی مریضوں والی ہے۔ اپنے مرض کا علاج کرو، فکر کرو۔ پس اس نکتہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ

لذت کس طرح حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

جس چیز کا انسان کو ادراک ہی نہیں، پتہ ہی نہیں اس کی لذت کس طرح حاصل کرسکتا ہے؟ جس کی تمام حسیں ہی مر گئی ہوں وہ کس طرح کسی نعمت اور اس کی لذت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور حظ محسوس کرسکتا ہے؟ دنیا داری میں اگر انسان پڑ جائے، فکر ہی نہ ہو ان چیزوں کی تو وہ تو مریض بن گیا۔

اس کے حل کا بھی آپ نے طریقہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے“ کہ اس کو پتہ نہیں ہے۔ ”پھر شہروں اور گاؤں میں تو اَور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟“ کیوں سر نہیں جھکاتا۔ کیوں عبادت نہیں کرتا؟ ”ان کو اس لذت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انہوں نے اس مزہ کو چکھا ہے۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مؤذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے۔“ اذان مؤذن کی۔ کہتے ہیں ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اذان دے کے کیا مشکل ڈال دی ہے۔ ”گویا ان کے دل دکھتے ہیں۔“ اذان کی آواز سن کے ان کے دل دکھتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ لوگ لوگوں کو یہ بھی کہتے ہیں کہ دکھاوے کے لیے نماز پڑھنے جانا پڑے گا یا دکان بند کرنی پڑے گی۔ ”یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔“ مسجد میں۔ ”پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھا دے۔“

یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ سے کرنے کی ضرورت ہے تبھی لذت آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نماز کا وہ مزہ چکھا دے اور جب مزہ ایک دفعہ انسان کو آ جاتا ہے تو پھر اس لذت کا بھی پتہ لگ جاتا ہے، پھر اس طرف توجہ بھی کرتا ہے۔ ”... دیکھو! اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اس کے مجسم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اٹھ کر سردی میں وضو کر کے خوابِ راحت کو چھوڑ کر کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذت اور راحت سے جو نماز میں ہے۔“ کہنے کو تو وہ مومن اور مسلمان ہے لیکن اصل میں دل میں ایک بیزاری ہے جس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس نماز کے مقابلے میں اس کو راحت میں زیادہ لذت آ رہی ہے۔ نیند اور سونے میں زیادہ لذت آ رہی ہے۔ فرمایا ”اس کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آ جاتا ہے۔ دانش مند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ۔“ کس طرح فائدہ اٹھائے۔ اس شرابی کے، نشہ کرنے والے کے نشہ سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اگر مخلص مومن ہے تو اس طرح اٹھا سکتا ہے ”کہ

نماز پر دوام کرے۔“

نماز مستقل مزاجی سے پڑھتا چلا جائے ”اَور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اس کو سرور آ جاوے اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں اسے سرور کا حاصل کرنا ہو۔“ دعا بھی کرے اور کوشش بھی کرے۔ ”اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو۔“ دل میں دعا بھی پیدا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سرور دے ”کہ وہ لذت حاصل ہو۔“ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”تو مَیں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہو جاوے گی۔“ اگر اس درد سے دعا ہو گی تو لذت بھی حاصل ہو جائے گی۔ ”پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے۔“ فرمایا کہ ”اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115)۔“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ کہ ”نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو کہ صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡہِبۡنَ السَّیِّاٰتِ۔ یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نہ روح اور راستی کے ساتھ۔“ اگر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو مطلب یہ ہے کہ وہ نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر روح اور راستی کے ساتھ نہیں۔ ”وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ ان کی روح مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔“ ایسی نمازیں حسنات میں شمار نہیں ہوتیں۔ ”اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا۔ باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ

وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔

وہ نماز یقیناً یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔“ اٹھنے بیٹھنے کا نام

نہیں ہے۔

’’نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 162 تا 164 ایڈیشن 1984ء)

پس اس لذت اور سرور کو حاصل کرنے کے لیے اور اس بیماری سے باہر نکلنے کے لیے بھی دعا ضروری ہے۔صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دعا نہ ہو بلکہ اس کے لیے بھی دعا ہو۔جس طرح بیماری سے صحت یاب ہونے کے لیے انسان ہر حیلہ استعمال کرتا ہے۔ علاج بھی کرتا ہے، دعا بھی کرتا ہے اسی طرح اس کے لیے بھی کرے۔

پھر آپؑ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بے شک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔ آج کل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔ نماز تو بہت جلد مرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر پڑھ لیتے ہیں اور پیچھے دعا کے لیے بیٹھے رہتے ہیں۔ ہمارے خاص طور پر ایشیا میں ہندوستان پاکستان میں یہی رواج ہے۔ نماز جلدی جلدی پڑھی اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے لگ گئے۔ فرمایا کہ نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے۔ نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہے جس طرح ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جائے اور اس کو اپنا عرض حال کرنے کا موقع بھی ہو لیکن اس وقت تو وہ کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر آجائے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ ایسے کیا فائدہ ہوگا؟ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دعائیں کرنی ہوں نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدعا کو ملحوظ رکھو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 258 ایڈیشن 1984ء)

نماز پڑھنے کا طریق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کس طرح سکھایا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکے سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو۔ آپؐ اسے دیکھ رہے تھے اور اس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس لگی ہوئی تھی۔ اس طرح تین مرتبہ اس سے نماز پڑھوائی۔ تو آخر اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے اب آپؐ ہی مجھے صحیح طریق بتا دیں کس طرح نماز پڑھنی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کہو۔ پھر حسبِ توفیق قرآن پڑھو۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرآن پڑھو۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ نہیں کہ ذرا سا جھکے اور کھڑے ہو گئے۔ پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور پھر سجدے سے اٹھ کر پوری طرح بیٹھو۔ بعض لوگ صرف سجدہ کے لیے بیچ میں دو سجدوں کے درمیان اٹھتے ہیں اور پھر فوراً دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ فرمایا پوری طرح بیٹھو۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو۔ اس طرح

ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر، سنوار کر ادا کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب امر النبیؐ... الخ حدیث ۹۳)

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ سنوار کر نمازیں کس طرح پڑھی جاتی ہیں؟ تو یہ ہے سنوار کر نماز پڑھنے کا طریقہ کہ ٹھہر ٹھہر کر نماز کی جو ہر حرکت ہے اس کو پورا وقت دے کے آرام سے پڑھے۔

پھر نماز کی حقیقت کو سمجھ کر اس کو ادا کرنے کی طرف توجہ کرنے کے بعد

ایک مومن کا کام ہے کہ قرآن کریم کو بھی پڑھے اور سمجھے، اس کی طرف توجہ رکھے۔

جس طرح اکثر کی رمضان میں اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ تفسیر پر بھی غور کرو اور یہ بھی ایک ذریعہ ہے رمضان کو اگلے رمضان سے جوڑنے کا۔ قرآن کریم پر توجہ دینی چاہیے۔

قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ’’اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایہ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیش گوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی جبکہ اَور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔

ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں

اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔

اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 122 ایڈیشن 1984ء)

پھر نیکیوں کو قائم رکھنے کے لیے آپؑ نے یہ ہدایت فرمائی کہ دین کو ہر حال میں دنیا پر مقدم رکھو۔ اس کی تفصیل میں آپؑ فرماتے ہیں کہ دیکھو! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔ میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ

جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی (فکر کرتے ہیں) فکر میں ہوتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی طلبِ دین اور ترقیٔ دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ (دین کو حاصل کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک تجارت ہے) چنانچہ فرماتا ہے۔ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ (الصف:11) کہ پس کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے دے۔ فرمایا سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔ پس میں بھی خدا تعالیٰ کے انہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ جو دینی ترقی اور شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ شیطان پھر ان پر قابو نہ پا لے۔ کبھی اس میں سستی نہیں ہونی چاہیے۔ ہر ایک امر پر جو سمجھ نہ آئے آپؑ نے فرمایا پوچھنا چاہیے تا کہ معرفت میں زیادتی ہو۔ پوچھنا حرام نہیں ہے۔ سمجھ نہیں آئی پوچھو۔ سوال ضرور اٹھنے چاہئیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ عملی ترقی کے لیے بھی پوچھنا چاہیے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 193-194 ایڈیشن 1984ء)

عملی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ پس

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لیے جہاں ایمان میں مضبوطی ضروری ہے وہاں علمی اور عملی ترقی بھی ضروری ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔

پھر رمضان کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جو طریق بتایا وہ ہے آپس کے تعلقات میں جو اعلیٰ اخلاق دکھانے کی رمضان میں ہم نے کوشش کی تھی انہیں جاری رکھنا۔ آپس میں محبت اور بھائی چارے کو بڑھانا اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔

جو پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لیے دعا کرے، محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے، ہمدردی نہ کی جاوے اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرکے پردہ پوشی کی جائے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

آپس میں محبت حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ ایسی ہمدردی ہو۔ فرمایا کہ مثلاً ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھایا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ بھائی دوسرے بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے اگر حقیقی بھائی ہوں تو۔ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لیے اشتہار دے کہ اس نے ظلم کیا، یہ گناہ کیا۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے تو پھر تم لوگ کیوں چھوڑو۔ فرمایا بعض وقت انسان جانور بندر یا کتے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق ونعمتِ اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ (آل عمران: 56) میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی مگر یہ دن جو ابتلا کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو! ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کرکے دوسروں کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 348-349 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا کہ ”ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں“ پہلوان نہیں ہمیں چاہئیں ”بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امرِ واقعی ہے کہ وہ شہ زور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں نہیں۔ اصلی بہادر وہی ہے جو تبدیل اخلاق پر مقتدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 140 ایڈیشن 1984ء)

آپس میں محبت اور پیار اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے، عاجزی اور مسکینی سے زندگی گزارنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

”اہلِ تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔

یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔“ یعنی غصہ تکبر اور غرور سے پیدا ہوتا ہے یا غصہ کی وجہ سے تکبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ ”کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے، ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔“ خاص طور پر بڑوں کو، عہدیداروں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر شخص سے جس سے وہ بات کرتے ہیں بڑے آرام سے اور پیار سے اور محبت سے کیا کریں۔ ”خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (الحجرات: 12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہوگا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ (الحجرات: 14)۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 36 ایڈیشن 1984ء)

پس رمضان میں جو تقویٰ پیدا کیا ہے اس

تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ آپس کے تعلقات کو بھی بہتر سے بہتر کیا جائے اور ایک دوسرے سے معاملات میں بھی اخلاق اور حسنِ اخلاق کا نمونہ دکھایا جائے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔“

آج کل کے حالات کی وجہ سے اگر ایک فاصلہ دیا جاتا ہے تو یہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اس کو بچے بھی اور بعض دوسرے بھی یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ مستقل چیز بن گئی ہے۔ حالات آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہے ہیں تو فاصلے بھی کم ہو رہے ہیں اور ان شاء اللہ نارمل حالات بھی آ جائیں گے۔ اصل چیز یہی ہے کہ جب مسجد میں صفیں ہوں تو ایک دوسرے سے جڑ کے کھڑا ہوا جائے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ ہاں ضرورت کے تحت ایک عارضی arrangement کی گئی تھی۔ اس لیے فاصلہ دیا گیا ہے تا کہ کم از کم باجماعت نمازیں جاری رہیں۔ اور

امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جس طرح حالات ٹھیک ہو رہے ہیں جلدی نارمل حالات آ جائیں گے۔

بہرحال آپ فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔“ بڑی اہم بات ہے۔ ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دعا کرو۔ چاہے تمہیں کوئی دعا کے لیے کہتا ہے یا نہیں کہتا۔ جانتے ہو یا نہیں جانتے۔

عمومی طور پر جماعت کے افراد ایک دوسرے کے لیے یا جماعت کے لیے من حیث الجماعت دعا کریں تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

فرمایا کہ ”اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔“ فرمایا

”میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔

وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ (آل عمران: 104)“ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ ”یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 48)

پھر خدا تعالیٰ سے محبت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا ”خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا (البقرۃ: 201)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد

کرو۔'' فرمایا کہ ''... اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔'' عملی طور پر بھی محبت کرنی ہوگی، اظہار کرنا ہوگا۔ ''نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ شیریں کام ہوجاوے۔'' اس کا منہ میٹھا نہیں ہوجاتا اگر صرف چینی کا نام لے لے، شوگر کا نام لے لے تو میٹھا ہوجائے گا۔ نہیں۔ ''یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہوگیا۔

اسلام کا منشا یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔''

یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔ ''پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو
اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو

تم ان راہوں سے آؤ۔'' پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہوجائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ ''بے شک وہ تنگ راہیں ہیں'' ''تم ان راہوں سے آؤ'' ''لیکن ان سے داخل ہوکر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہوکر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھری سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھری کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھری ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہوگا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188 تا 190 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ

صبر اور دعا سے سچا اخلاص ملتا ہے۔

پس اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لیے مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے در پر جھکے رہنے کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں اپنے ہر آنے والے دن، وفاداری کے ساتھ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھاتے چلے جانے کی کوشش کرنے والا ہونا چاہیے۔

یہ ہمارا لائحہ عمل ہے:
نمازوں کی طرف مستقل توجہ ان کو سنوار کر ادا کرنا،
قرآن کریم کو پڑھنا سمجھنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا،
ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا،
اور توحید کا قیام کرنا،

اصل میں تو ایک حقیقی مومن کا ہر کام اور فعل ہی توحید کے قیام کے لیے ہوتا ہے اور ہونا چاہیے اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تھا اور اس بات کا آپؑ نے بار بار اظہار فرمایا ہے۔ پس اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ نری بیعت کر لینا تو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ یہ بات بڑی کھول کر متعدد جگہ آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا کہ ''جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا میں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے۔'' یہ سب دعویٰ جو محبت کرنے کا یا ایمان کا یا اطاعت کا یا بیعت کا ہے یہ سب دعوے ہیں سچا دعویٰ نہیں ہوگا۔ یاد رکھو کہ سچی بات یہ ہے'' کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آجاوے لیکن یہ امر یقینی ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہوجاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہوکر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 167 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے فرمایا کہ ''دنیا کی حالت کو دیکھو کہ

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے جیتا ہے اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے۔'' عام مسلمان۔ ''اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہوجاوے۔'' جب موت آتی ہے اس وقت اللہ یاد آتا ہے۔ ''دنیا ہی اس کا مقصود، محبوب، مطلوب رہتی ہے پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔ یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے۔ اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو۔'' اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر مسلمان کہلاتے ہو تو پھر یہ تو کوئی بات نہیں، صرف چھلکا ہے۔ ''نام اور چھلکے پر خوش ہوجانا دانشمند کا کام نہیں ہے۔'' ایک مثال دی آپؑ نے ''کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہوجا۔ اس نے کہا کہ تُو صرف نام ہی پر خوش نہ ہوجا۔'' کہہ دے مسلمان ہے تو تُو اس بات پر خوش ہے۔ یہودی نے کہا کہ ''مَیں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اسے دفن کر آیا۔'' وہ تو ہمیشہ رہنے والا نہ ہوا۔ لمبی زندگی بھی اس نے نہ پائی۔ ''پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہوجاؤ۔'' کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبی کا امتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔

تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ۔

وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو۔'' بہت بڑی تنبیہ ہے کہ شیطان کے پیرو بن جاؤ گے۔ اس کے پیچھے چلنے والے بن جاؤ گے تم۔ ''غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض و غایت ہونی چاہیئے

کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کرسکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہؐ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 187-188 ایڈیشن 1984ء)

آپؑ نے فرمایا کہ ''یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیادار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلے میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی

حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔ پس اب

اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔"

عمل سے یہ کہہ رہا ہے کہ مسیح موعود کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔" پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنی ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض ومقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہوسکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 370-371 ایڈیشن 1984ء)

پس یہ ثابت کرنا ہوگا۔ پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت اس یقین کے ساتھ کی ہے کہ آپؑ وہی مسیح و مہدی ہیں جن کے آنے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی تو ہمیں اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہوگی، ایک انقلاب پیدا کرنا ہوگا۔ دنیا کے لیے ایک نمونہ بننا ہوگا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معیار قائم کرنے ہوں گے۔ رمضان میں جو ہم نے تربیت حاصل کی ہے اس کو سال کے باقی حصوں مہینوں میں بھی جاری رکھنا ہوگا۔ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ایک لائحہ عمل میں نے سامنے رکھا ہے اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی۔ اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کرنا ہوگا۔ قرآن کریم پر عمل کرنا ہوگا۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ توحید کے قیام کے لیے ہر قربانی دینی ہوگی تبھی ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دعائیں بھی کریں۔ دنیا کے لیے بھی دعائیں کریں کہ دنیا کے حالات بہتر ہوں۔

آپس میں جو دشمنیاں چل رہی ہیں، ملک ملک پر حملے کر رہے ہیں وہ عقل کے ناخن لیں اور ان چیزوں سے باز آجائیں ورنہ دنیا بہت زیادہ تباہی کی طرف جا رہی ہے اور اپنے پیدا کرنے والے خدا کو یہ پہچان لیں تو تبھی اس سے نکل سکتے ہیں۔

اسی طرح اسیران، احمدی اسیران جو ہیں ان کے لیے دعا کریں۔
پاکستان میں احمدیوں کے جو حالات ہیں ان کے لیے دعا کریں۔
دنیا کے بعض اَور ممالک میں حالات ہیں ان کے لیے دعا کریں۔
افغانستان کے اسیران ہیں ان کے لیے دعا کریں۔
الجزائر کے اسیران ہیں ان کے لیے دعا کریں۔

پاکستان میں تو قانون کی وجہ سے ان کی ہر جگہ اور پھر یہ کہ مولوی کا خوف یا عوام کے نام پر عوام کا خوف جو ہے وہ ججوں کو صحیح فیصلہ بھی کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ حالات بہتر کرے اور پاکستان میں بھی احمدی آزادی سے رہنے لگیں۔

نماز کے بعد میں

ایک جنازہ

بھی پڑھاؤں گا۔ حاضر جنازہ

مکرم عبدالباقی ارشد صاحب

کا ہے جو ان دنوں میں الشرکۃ الاسلامیہ یوکے کے چیئرمین تھے۔ ڈاکٹر عبدالحمید صاحب فیصل آباد کے بیٹے تھے۔ 27/اپریل کو ان کی 88 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے تھے اور حضرت محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرہم عیسیٰ والے اور میاں محمد یوسف صاحب جو ایک وقت میں حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے ہیں ان کے خاندان میں سے تھے۔ ارشد باقی صاحب 1955ء میں انگلستان آئے اور یہاں الیکٹریکل انجنیئرنگ کی۔ مسجد فضل میں ہی یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر 1963ء میں ملازمت ملی تو سعودی عرب چلے گئے اور 72ء تک وہاں رہے۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران آپ کو حج اور عمرہ پہ آنے والے احمدیوں کی خدمت کرنے کی بھی توفیق ملی جن میں بعض صحابہ بھی شامل تھے۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران احمدی ہونے کی وجہ سے اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی ان کو ملی۔ ان کو حکومت کی طرف سے آفر ہوئی کہ احمدیت سے انکار کر دیں تو ٹھیک ہے رہائی ہو جائے گی۔ آپ نے اسیری برداشت کر لی لیکن احمدیت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ بہرحال 1972ء میں ان کو ملک سے نکال دیا گیا پھر آپ یوکے آگئے۔ یہاں آنے کے بعد آخری سانس تک انہوں نے جماعت کی خدمت کی توفیق پائی مختلف عہدوں پر کام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ہجرت کی ہے تو یہ ان کو لینے کے لیے ہالینڈ بھی گئے تھے۔ پھر وہ ہالینڈ سے یہاں یوکے ان کے ساتھ ہی آئے تھے۔ سیکرٹری جائیداد کے طور پر یوکے میں ان کو کام کی توفیق ملی۔ اسلام آباد کی زمین جو خریدی گئی ہے اس میں بھی ان کا کافی کردار تھا۔ نائب امیر یوکے کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ افسر جلسہ سالانہ یوکے، چیئرمین افریقہ ٹریڈ، چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کے ایک بیٹے نبیل ارشد صاحب یہاں جماعت کی کافی اچھی خدمت کر رہے ہیں۔

ان کے بارے میں دفتر کے سابقہ کارکن مبشر ظفر صاحب کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ رضا کارانہ خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ جماعت سے کوئی الاؤنس نہیں لیتے تھے لیکن بڑی ذمہ داری سے کام کرتے تھے۔ وقت کے بڑے پابند تھے۔ روزانہ آٹھ دس گھنٹے دفتر میں آ کے باوجود ضعیف ہونے کے بیٹھتے تھے۔ بیماری کی بھی پروا نہیں کی۔ کہتے ہیں دوسری بات یہ تھی کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ان کو بڑی عادت تھی۔ چائے کی پیالی تک خود بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر ان کو چائے کی پیالی بنا کے دے دو تو پھر یہ کسی کو اپنے برتن دھونے نہیں دیتے تھے اور خود ہی دھوتے تھے۔ اور بعض دفعہ لوگ دوپہر کے کھانے کے وقت وہاں ڈیز پارک میں میز پر کچھ برتن چھوڑ جاتے تھے تو یہ کسی کو کہنے کی بجائے خود ہی اٹھا دیتے اور میز کی صفائی کر دیتے تھے۔ بعض دفعہ اگر ضرورت ہوتی، ٹائلٹ کی صفائی کرنے والا نہ آتا تو ٹائلٹ کی صفائی بھی کر دیا کرتے تھے۔ ایسے افسر تھے جنہوں نے بڑی عاجزی سے کام کیا اور بڑی محنت سے کام کیا۔ حافظہ بھی بہت اچھا تھا اور جماعتی رقوم اور جو بھی ذمہ داریاں تھیں ان کو آخر وقت تک بڑے احسن رنگ میں ادا کرتے رہے۔ نمازوں کی بڑی پابندی کرنے والے، باجماعت ادا کرنے والے، خلافت کا بہت زیادہ احترام، خلافت کی طرف سے اگر کوئی ہدایت چلی جاتی تو خود چاہے ان کی ذاتی رائے اس سے مختلف بھی ہوتی لیکن فوراً شرح صدر کے ساتھ خوشی سے اس کو فوری طور پہ تسلیم کر لیتے اور اپنی رائے، مشورہ بھی یہ بھول جاتے۔ ودود ملک صاحب کہتے ہیں کہ مَیں چھوٹا تھا، ان سے بہت زیادہ چھوٹا ہوں لیکن اس کے باوجود جب بھی کبھی گیا بڑی شفقت سے راہنمائی کی اور بڑی عاجزی سے پیش آئے اور مجھ سے اس طرح پیش آتے تھے جس طرح میں عمر میں چھوٹا نہیں بلکہ برابر ہی ہوں۔

منیر الدین شمس صاحب نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام آباد کے گھروں کی ضروریات کا پتہ کرنا شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے سپرد کیا تھا۔ اس کو بڑے احسن رنگ میں انہوں نے انجام دیا۔ اسی طرح الشرکۃ الاسلامیہ کی ذمہ داریاں بھی بڑے احسن رنگ میں آخر تک انجام دیتے رہے۔ ایم ٹی اے کے ساتھ بھی ان کا رابطہ تھا اور ایم ٹی اے کے جو مالی معاملات تھے یا contract وغیرہ کے کام بھی اس میں بھی ان کا کافی کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو بھی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور اخلاص و وفا کے ساتھ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ نماز کے بعد جیسا کہ میں نے کہا جنازہ حاضر ہے۔ مَیں باہر جا کے نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 20 مئی 2022ء)

مترجم: ابو سلطان

اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز

عابد خان کی ڈائری سے ایک ورق

سیر و تفریح کا ایک دن

آسٹریلیا کی جماعت نے 12 اکتوبر 2013ء کا دن ایسے دن کے طور پر رکھا تھا کہ حضور انور کو Melbourne کے چند قابل دید مقامات کی سیر کروائی جا سکے۔ مجھے بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں بھی گزشتہ ایک ہفتہ سے ایسے ہی ایک دن کی تلاش میں تھا۔ ایک طرف تو میں Melbourne کے اہم مقامات دیکھنے پر خوش تھا دوسری طرف مجھے اس بات کی زیادہ خوشی تھی کہ حضور انور کو چند اہم مقامی مقامات سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر آئے گا اور یہ سعادت تو تھی ہی کہ خاکسار کو حضور انور کے ساتھ یہ وقت گزارنے کا موقع ملے گا۔

اپنے خدام کے لیے حضور انور کی محبت کی ایک مثال

ہم restaurant میں داخل ہوئے تو حضور انور اور خالہ سبوحی مد ظلھا العالی میز کے ایک طرف تشریف فرما ہوئے جبکہ باقی احباب restaurant کی دوسری جانب یا باہر لگے میزوں پر فروکش ہوئے۔ حضور انور اور آپ کے قافلہ کے علاوہ اس restaurant میں کوئی بھی نہ تھا۔ کچھ دیر بعد حضور انور نے مکرم مبارک ظفر صاحب کو بلایا اور ہدایت فرمائی کہ اس کھانے کی رقم کی ادائیگی حضور انور خود فرمائیں گے اور لوکل جماعت ادا نہیں کرے گی اور دوسری ہدایت حضور انور نے محترم مبارک ظفر صاحب کو یہ فرمائی کہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ قافلے کا ہر فرد واحد پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور کوئی بھی بھوکا نہ رہے۔ حضور انور کو خاص طور پر باہر ڈیوٹی پر مامور خدام کی زیادہ فکر تھی۔ اس دورہ کے دوران ہمیں بعض مزید اوقات میں بھی باہر کھانا کھانے کا اتفاق ہوا اور ہر موقع پر حضور انور نے مکرم مبارک ظفر صاحب کو انہی دو ہدایات سے نوازا۔

Bird Park کا دورہ

لوکل برڈ پارک کے دورے کا پلان بھی تھا۔ لیکن جب ہم Mount Dandenong سے روانہ ہوئے تو ایک لوکل خادم نے بتایا کہ برڈ پارک اب بند ہو چکا ہو گا اس لئے ہمیں مسجد واپسی کرنی چاہیے۔ اس کے باوجود میں نے احمد بھائی کو سنا جو حضور انور کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ radio پر یہ کہہ رہے تھے کہ حضور انور نے فرمایا ہے کہ ہم برڈ park کے پاس سے گزریں گے اور چیک کریں گے۔ جب ہم نے یہ سنا تو ہمیں احساس ہوا کہ حضور انور برڈ پارک کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔ جلد ہی ہم وہاں پہنچ گئے۔ گاڑیوں سے باہر نکلے ہی تھے کہ فوراً ہی پرندوں کے ایک غول نے ہماری طرف اڑان بھری۔ حضور انور کو کچھ دانے تھمائے گئے اور آپ اپنے ہاتھوں سے ان پرندوں کو کھلانے لگے۔

ایک پرندہ ایک لوکل خادم کے کندھے پر آ بیٹھا اور حضور انور اس مخصوص پرندے کو کھلانے لگے۔ بعد ازاں اس خادم نے بتایا کہ اس کو اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ پرندہ اس کے کندھے پر آ بیٹھا جس نے حضور انور کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس خادم نے اظہار کیا کہ وہ لمحہ اس کی زندگی کا سب سے خوشگوار ترین لمحہ تھا۔ جس دوران حضور انور پرندوں کو کھلا رہے تھے آپ مسکرا بھی رہے تھے۔ اور یہ بات اظہر من الشّمس تھی کہ حضور انور اس موقع سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ماشاء اللہ۔ حضور انور اور آپ کے قافلہ کو دیکھ کر Bird Park کے مالک نے کہا کہ وہ خوشی سے اپنے park کو کھلا رکھیں گے۔ اس لیے ہم بند راستے سے اندر داخل ہوئے۔ جونہی ہم آگے بڑھے تو کئی اور پرندے کھانے کی تلاش میں بے چین تھے۔

حضور انور کی پرندوں کو کھلانے کی ویڈیو

جونہی ہم اس راستے سے داخل ہوئے۔ حضور انور نے مجھے اپنا ویڈیو کیمرہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ جس دوران آپ پرندوں کو کھلا رہے ہیں آپ کی ویڈیو بناؤں۔ ایک لمحہ کے لیے میں بہت گھبرا گیا۔ کیونکہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ حضور انور کا کیمرہ کیسے استعمال کرنا ہے۔ اسی وجہ سے میں Zoom بھی صحیح طور پر نہیں کر سکا۔ ایک لمحہ کے لیے تو مجھ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور میں نے دعا شروع کر دی اور شکر ہے کہ چند لمحوں میں ہی مجھے صحیح بٹن کا پتہ چل گیا اور میں زوم آؤٹ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تا کہ حضور انور کے پرندوں کو کھلانے کی اچھی سی ویڈیو ریکارڈ کر سکوں۔ اگلے چار سے پانچ منٹ حضور انور اپنے دست مبارک سے مختلف پرندوں کو کھلاتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک پرندے نے حضور انور کے دست مبارک سے خوشی خوشی کھانا شروع کر دیا لیکن جب بعض دیگر خدام نے اس کو کھلانے کی کوشش کی تو اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ بات حضور انور کو بتائی تو آپ نے دوبارہ ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس پرندے نے پھر سے خوشی خوشی کھانا شروع کر دیا۔

پرندوں کو کھلانا

کچھ دیر بعد حضور انور نے میرے سے کیمرہ لیا اور مجھے فرمایا کہ پرندوں کو کھلاؤں۔ میں نے کچھ دانے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے اور انہیں کھلانے لگا اور اس دوران حضور انور اپنے کیمرے سے ویڈیو بناتے رہے۔ یقیناً یہ میرے لیے ایک یادگار لمحہ تھا۔ الحمد للہ۔ جس دوران پرندے میرے ہاتھ سے کھا رہے تھے میں حضور انور کو ویڈیو بناتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ واپسی پر گاڑی کی طرف جاتے ہوئے میں نے حضور انور سے عرض کی ‹جزاکم اللہ۔ یہ موقع فراہم کرنے کے لیے۔› اس پر حضور انور نے فرمایا تم شہروں میں پلے بڑھے ہو اس لیے تم نے ایسے پرندوں کو پہلے کبھی نہیں کھلایا ہو گا۔

حضور انور نے بالکل بجا فرمایا تھا۔ میں نے ایسے پرندوں کو پہلے کبھی نہیں کھلایا تھا۔ میں باہر زیادہ گھومنے پھرنے کی طبیعت والا نہیں ہوں اور پرندوں کو کھلانے کا یہ بالکل نیا تجربہ تھا۔ ایسی خوشی اور مسرت میں نے کم ہی محسوس کی ہو گی۔ میری اصل مسرت پرندوں کو کھلانے میں نہیں تھی بلکہ اس بات میں تھی کہ حضور انور بنفس نفیس وہاں موجود تھے اور آپ کی ہدایت پر میں نے پرندوں کو کھلایا تھا۔

میں اس برڈ پارک میں کئی لاکھ مرتبہ بھی جاؤں مگر ایسی خوشی کے جذبات جو اس شام میں تھے، شاید دوبارہ کبھی نہ ہوں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور انور اس آدھے گھنٹے میں خوب محظوظ ہوئے جو ہم نے برڈ پارک میں گزارا۔ جس کا مطلب تھا کہ سب احباب نہایت پر جوش تھے۔ ماشاء اللہ۔

وقف کے بارے میں حضور انور کی راہنمائی

Melbourne میں وقف نو کلاس کے دوران حضور انور نے بچوں کو وقف کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: وقف نو کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ یہیں آسٹریلیا میں رہیں گے اور کام کریں گے۔ بلکہ جب آپ اپنی تعلیم مکمل کر لیں تو آپ کو جماعت کو بتانا چاہیے اور جہاں بھی میں آپ کو بھجواؤں آپ کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ حقیقی وقف ہے۔

ایک نوجوان واقفہ نو کے جذبات

ایک نو سالہ بچی عزیزہ اُمنہ سعید حضور انور کی وقفِ نو کلاس میں شامل ہوئی اور بعد ازاں اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ 'حضور انور کے آسٹریلیا تشریف لانے پر میں بہت خوش ہوں اور حضور

بقیہ صفحہ 16 پر

امتہ الحکیم عائشہ۔ لندن

میری دادی جان کی قیمتی یادیں

میرے سر تاج ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کو وفات پائے تقریباً اڑھائی سال ہو گئے ہیں۔ یاد تو اُن کی تا دمِ واپس دل سے نہ نکلے گی لیکن آج مجھے وہ وقت یاد آ رہا ہے جب کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اقدس میں 48 گھنٹے کی چھٹی پر حضور کے بیمار ہونے پر حاضر ہوئے تھے۔ اکتوبر 1918ء جمعہ کا دن تھا۔ ڈاکٹر صاحب پٹیالہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد ابھی مسجد کی محراب میں بیٹھے تھے اور میرا بچہ محمد احمد اُن کے پاس محراب میں کھڑا نظم پڑھ رہا تھا۔

تم فخرِ رُسل ہو سیّدنا
تم فضلِ عمر ہو سیّدنا

ہم سب گھر کی عورتیں بھی نماز جمعہ ادا کر کے اُس کی نظم سننے کے لئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ مسجد ہمارے گھر کے بالکل ساتھ تھی۔ اُس وقت ڈاکیہ اچانک تار لے کر آیا تھا جو ڈاکٹر صاحب کے نام میاں بشیر احمدؓ کی طرف سے دی گئی تھی جس میں لکھا تھا ’’حضور سخت بیمار ہیں آپ آ جائیں‘‘

ڈاکٹر صاحب ہاتھ میں تار لئے ننگے سر ننگے پاؤں مسجد میں سے نکل کر اپنے گھر اُوپر آئے اور بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ مَیں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں اتنا گھبرائے ہوئے ہیں؟ تو کہنے لگے حضرت میاں صاحب کا تار آیا ہے کہ حضرت صاحب نے مجھے بلایا ہے۔ میں نے کہا پھر آپ جائیں تو کہنے لگے تمہاری طرف سے تو اجازت ہے جانے کی اور ہسپتال میں دو ڈاکٹروں کے سوا کوئی اور ڈاکٹر نہیں اور انفلوئنزہ جس کی وبا پھیلی ہوئی ہے حضور بھی اُس سے بیمار ہیں۔ چھٹی ملنی تو بہت مشکل ہے مگر کوشش کرتا ہوں اور کہا کہ وحید خان (کمپونڈر) کو بھیجوں گا تم کچھ روپے، ایک جوڑا کپڑوں کا اور لوٹا گلاس بھجوا دینا۔ جب آپ سول سرجن کے پاس پہنچے تو دوسرا ڈاکٹر پہلے ہی چھٹی کے لئے کھڑا تھا۔ اُس کی بیوی بیمار تھی اور بچہ ہوا تھا۔ اُس وقت پنڈت گنگا بشن سوِل سرجن تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے چھٹی کی درخواست دی تو پنڈت جی کہنے لگے تم نہیں جاؤ گے پہلے دوسرا ڈاکٹر جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے اس سے پہلے مجھے چھٹی کی ضرورت ہے۔ اُس کی تو بیوی بیمار ہے اور میرے خلیفہ صاحب بیمار ہیں اور میرے ایمان کا معاملہ ہے۔ پنڈت جی نے اصرار کیا کہ تم نہیں جاؤ گے تو آپ نے استعفیٰ پیش کرتے ہوئے کہا ’’مَیں تو جا رہا ہوں آپ منظور کریں یا نہ کریں‘‘ پنڈت جی ہنس پڑے اور دیکھ کر کہ یہ رکنے والے تو ہیں نہیں۔ کہا 24۔24 گھنٹے کی چھٹی پر تم دونوں چلے جاؤ۔

ڈاکٹر صاحب ہسپتال سے سیدھے قادیان کے لئے روانہ ہو گئے اور کمپوڈر کو بھیج کر گھر سے سامان منگوا لیا۔ قادیان پہنچے تو اُس وقت حضور بہت بیمار تھے۔ حضور نے اپنے کمرے میں ہی ڈاکٹر صاحب کو بلا لیا اور فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ اس کمرے سے میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائیں۔ وہ کمرہ حضرت اُم المؤمنینؓ کا دلان تھا جس میں حضور بیمار تھے۔ پھر کیا تھا ڈاکٹر صاحب حضور کے پاس بیٹھ کر سب کچھ بھول گئے اور کچھ اُن کو دنیا کی پرواہ نہ رہی کہ اُن کے بیوی بچے کہاں ہیں۔ اسی دلان میں اپنے حضور کے ساتھ تین ماہ گزارے۔

اور پٹیالہ ہسپتال میں خوب شور پڑا ہوا تھا کہ دو دن کی چھٹی پر گئے تھے اور اب تک واپس نہیں آئے۔ گھر پر کبھی کمپوڈر کبھی چپڑاسی سب ہی پوچھنے آتے کہ ڈاکٹر صاحب آئے کیوں نہیں؟ آپ اُن کو بلائیں۔ آخر ایک ماہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کے بڑے بھائی محمد یوسف صاحب کو کہا کہ قادیان جا کر آپ ہی پتہ کریں کہ ڈاکٹر صاحب نے واپس آنا ہے یا نہیں؟ محمد یوسف صاحب کو قادیان پہنچے دو دن ہو گئے تھے اور ڈاکٹر صاحب کا کوئی پتہ نہیں تھا کیونکہ اُن کو تو کمرہ سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی اور نہ ہی کسی کو اندر جانے کی۔ تیسرے روز خود ہی ڈاکٹر صاحب کسی خادم کو حضور کی دوائی منگوانے کے لئے آئے کیا دیکھتے ہیں کہ بڑے بھائی سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اُٹھ کر دروازے پر گئے اور سلام کے بعد کہا کہ پٹیالہ میں ہسپتال میں شور پڑا ہوا ہے۔ تم نے کب چلنا ہے میں تمہیں لینے آیا ہوں ڈاکٹر صاحب نے کہا ’’بڑے بھائی آپ چپ کر کے واپس چلے جائیں کیونکہ حضور بیمار ہیں اور ہم نے تو اُن کے لئے جانیں قربان کی ہوئی ہیں میں تو نہیں جا سکتا۔‘‘ بھائی نے کہا میں اتنی دور سے آیا ہوں حضور کی زیارت تو کرا دیں ڈاکٹر صاحب نے کہا میں حضور سے اجازت لے کر بتاؤں گا۔ اندر واپس جا کر کچھ پریشان سے کھڑے ہوئے کہ حضور سے کیسے اجازت لوں۔ حضور نے خود ہی اُن کے چہرے سے پہچان کر پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ پریشان کیوں ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بڑے بھائی آئے ہیں اور زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا بلا لو۔ بڑے بھائی زیارت کے بعد جانے لگے تو عرض کی ’’حضور اُن کی چھٹی تو دو دن کی تھی ہسپتال میں شور پڑا ہوا ہے اور روزگار کا معاملہ ہے آپ دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا اچھا۔ پھر حضور نے شیخ یعقوب علی عرفانیؓ کو ڈاکٹر صاحب کی چھٹی منظور کروانے کے لئے Home Secretary کے پاس بھیجا اور ڈاکٹر صاحب کی تین ماہ کی چھٹی منظور ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے بھی قادیان بلا لیا۔ عزیزم محمد احمد اور عزیزہ زینب میرے ساتھ تھے۔ مجھے سیّدہ امتہ الحیؓ نے اُس کمرہ میں جگہ دی جو مسجد مبارک کے ساتھ ملحق تھا اور اُس کا دروازہ مسجد مبارک کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا سیّدہ امتہ الحیؓ کے صحن میں تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی تین ماہ کی چھٹی پوری ہونے کے بعد ہماری واپسی کا دن آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بڑے پیمانے پر الوداعی دعوت کا انتظام کیا جس میں دو سو کے قریب بزرگ صحابی اور احباب شریک ہوئے۔ جانے سے چند منٹ پہلے حضور سیّدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کی طرف تشریف لائے۔ میں اور حضرت اماں جیؓ صحن میں ایک چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت اماں جیؓ نے حضورؓ سے پوچھا کہ میاں یہ کیا ہو رہا ہے آج کس کی دعوت ہے کہ اتنے کھانے پک رہے ہیں؟ حضورؓ فرمانے لگے کہ آج ڈاکٹر صاحب کا رخصتانہ ہے۔ اماں جیؓ نے فرمایا میاں یہ اُن کی بیوی تو میرے پاس بیٹھی ہے۔ کیا کہیں اور شادی کرانی ہے۔ آپ ہنس کر فرمانے لگے کہ واپس پٹیالہ جا رہے ہیں۔

کھانے کے بعد حضور نے نمازیں جمع کرائیں اور پھر ڈاکٹر صاحب کو رخصت کرنے کے لئے مع خدام یکوں کے اڈے کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں اور ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی بھی ساتھ تھے۔ حضور اڈے پر جا کر رُک گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے زار و قطار روتے ہوئے حضور سے بار بار مصافحہ کیا اور ہاتھوں کو چوما۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کروائی اور قادیان کی طرف واپس تشریف لے گئے اور ایک خادم ہمارے ساتھ پٹیالہ تک کر دیا۔ جب تک حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادیان کی طرف جاتے ہوئے نظر آتے رہے ڈاکٹر صاحب اور ہم میں سے کوئی بھی یکہ پر سوار نہ ہوا۔ جب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ موڑ مڑ گئے تو ڈاکٹر صاحب، میں اور بچے یکہ پر سوار ہو کر پٹیالہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قادیان سے پٹیالہ تک ڈاکٹر صاحب زار زار روتے تھے اور کہتے تھے میرا اب دل پٹیالہ میں کیسے لگے گا۔

ابھی پٹیالہ پہنچے دس دن ہی گزرے تھے کہ حضرت صاحب کا خط ڈاکٹر صاحب کے نام ملا کہ ’’ڈاکٹر صاحب آپ کے جانے کے بعد میری طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔‘‘ خط کا سارا مضمون یاد نہیں یہی فقرہ یاد رہا۔ دو دن کے بعد پھر حضرت صاحب کا خط اسی مضمون کا ملا۔ گویا حضور ڈاکٹر صاحب کو واپس پٹیالہ بھیج کر خود بے چین ہو گئے تھے اور ڈاکٹر صاحب کا بھی یہ حال تھا کہ پَر ہوں تو اُڑ کر قادیان چلے جائیں۔ اسی طرح خط و کتابت میں سولہ سترہ دن گزر گئے۔ اٹھارویں دن جو خط حضرت صاحب کا ملا اس میں لکھا تھا" ڈاکٹر صاحب میں خود تو بیمار تھا ہی لیکن امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ بہت سخت بیمار ہو گئی ہیں۔ آپ نے اپنے استعفٰی کا کوئی انتظام کیا ہے یا نہیں؟ بس پھر کیا تھا ڈاکٹر صاحب تو فوراً تیار ہو گئے کہ اب پٹیالہ میں مَیں نہیں رہ سکتا کیونکہ حضور کا منشاء یہی ہے کہ مَیں واپس قادیان آ جاؤں۔‘‘ دوسرے روز ہی چھ ماہ کی چھٹی کی درخواست دیدی۔ افسر کہنے لگے بغیر تنخواہ کے ملے گی ڈاکٹر صاحب نے کہا کوئی پرواہ نہیں مجھے چھٹی کی ضرورت ہے۔ کچھ لوگ خوفِ خدا رکھنے والے ہمدرد بھی تھے۔ انہوں نے کہا آدھی تنخواہ پر دے دی جائے گی۔ آدھی تنخواہ پر چھٹی منظور ہو گئی اور ڈاکٹر صاحب مختصر سا سامان لے کر قادیان کو روانہ ہو گئے۔ مجھے اور بچوں کو میرے والد صاحب کے پاس چھوڑا کہ تم تیاری کر کے پھوپھا جی کے ساتھ بعد میں آ جانا۔

جب ڈاکٹر صاحب قادیان پہنچے حضرت صاحب نے اُسی وقت حضرت میاں شریف احمدؓ کے مکان کا کمرہ ڈاکٹر صاحب کے لئے خالی کروا دیا کیونکہ میاں شریف احمدؓ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے پاس باہر اُن کی کوٹھی میں رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب چھ مہینے تک اسی کمرے میں رہے اور حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھاتے رہے۔ بعد میں اسی مکان میں اُمّ طاہر رضی اللہ عنہا کی رہائش ہوئی اور آپ نے اسے اپنا کمرہ بنایا۔ اُس کے بعد حضرت صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ ہسپتال چلے جایا کریں اور ساٹھ روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔

جب چھ مہینے کی چھٹی پوری ہوئی تو ریاست والوں نے پھر شور مچایا کہ چھٹی پوری ہو گئی ہے ڈاکٹر صاحب آتے نہیں۔ ڈاکٹر صاحب تو واپس پٹیالہ نہ آئے بلکہ مجھے ہی لکھ دیا کہ تم آ جاؤ۔ مَیں قادیان پہنچ کر سیّدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے پاس ہی مسجد مبارک کے ساتھ والے کمرے میں جس میں پہلے ٹھہرے تھے ٹھہری۔ چند دنوں بعد حضرت صاحب سیّدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ کے ہاں تشریف لائے اور حضرت اماں جیؓ سے فرمانے لگے کہ ڈاکٹر صاحب کے لئے مکان خالی ہو گیا ہے۔ محمد احمد کی والدہ کو کہیں اُنہوں نے اپنے مکان میں جانا ہو گا۔ اماں جیؓ میرے پاس کمرے میں آ کر فرمانے لگیں کہ لو امتہ الحفیظ تمہارے لئے مکان خالی ہو گیا ہے اب تم ہمارے پاس سے چلی جاؤ گی۔ مَیں نے عرض کی اماں جیؓ کون سا مکان میرے لئے خالی ہوا ہے اور وہ کہاں ہے؟ اماں جیؓ فرمانے لگیں ہسپتال کے پاس محلہ دارلعلوم میں ہے۔ میں نے پوچھا یہاں سے کتنی دور ہے تو آپ نے فرمایا دور تو کافی ہے۔ میرا خیال ہے تم تو مہینے بعد بھی ہمارے پاس نہیں آ سکو گی کیونکہ تمہیں پھرنے کی عادت نہیں ہے۔ میری تو اُس وقت رنج سے عجیب حالت تھی۔ ایک تو وطن اور عزیزوں کو چھوڑ کر آئے ہیں پھر حضرت صاحب کے خاندان سے بھی دور چلے جائیں گے۔ مَیں نے اماں جیؓ سے کہا میں تو اُس مکان میں نہیں جاؤں گی مَیں تو پٹیالہ چلی جاؤں گی۔ دوری چند قدم کی بھی اور چند میل کی بھی۔ جب دور ہی رہنا ہے تو پھر پٹیالہ ہی ٹھیک ہے۔ حضرت صاحب کو ڈاکٹر صاحب کی ضرورت ہے وہ ڈاکٹر صاحب کو رکھ لیں۔ میرے ابا ساتھ آئے ہوئے ہیں ہم پٹیالہ واپس چلے جاتے ہیں۔ کچھ

دیر کے بعد حضور پھر تشریف لائے تو مَیں اماں جی کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اماں جی نے حضرت صاحب سے کہا میاں محمد احمد کی والدہ تو وہاں جانا نہیں چاہتیں۔ کہتی ہیں قادیان میں رہیں گے تو آپ کے پاس رہیں گے۔ اگر دور بھیجنا ہے تو پٹیالہ ہی ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس رکھ لیں۔ حضرت صاحب ہنس پڑے اور سوچنے لگ گئے۔ کچھ دنوں بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ والا مکان جو حضرت اُمِ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے ساتھ ہی تھا اُس کے اُوپر کا حصہ ہمارے لئے خالی کروا دیا۔ اُس کا دروازہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان کے ساتھ ہی تھا۔ حضرت صاحب کے گھروں میں جانے کا راستہ بھی اندر سے ہی تھا۔ پھر ایک دن حضرت صاحب ہنستے ہوئے آئے اور حضرت اماں جیؓ سے فرمایا کہ اماں جی والدہ محمد احمد سے کہیں اپنا مکان دیکھ آئیں خالی کروا دیا ہے۔ پسند ہو تو اُس میں رہیں۔ اماں جیؓ نے مجھ سے کہا کہ آؤ امۃ الحفیظ اب تو پاس ہی رہو گی تم۔ میں نے کہا اماں جیؓ برقعہ پہن لوں تو اماں جی فرمانے لگیں برقعہ کی ضرورت نہیں یہ تو اندر سے ہی راستہ ہے۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک صحن چھوڑ کر دوسرے صحن کی سیڑیاں چڑھ کر چلے جائیں گے ہم۔ میں اماں جیؓ کے ساتھ چلی گئی اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے اس قدر قریب مکان دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی اور خدا کا شکر بجالائی۔ دوسرے روز ہم اُس مکان میں آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب مجھ سے کہنے لگے ’’یہ تمہارا ہی حوصلہ تھا کہ تم نے اتنی بے تکلفی سے حضرت صاحب سے عرض کر دیا۔ میں تو کبھی نہ کہتا اور جہاں بھیجتے چلا جاتا۔ مَیں نے کہا تبھی آپ ساٹھ روپے کی نوکری پر ہسپتال جانے لگ گئے۔ مَیں نے تو آپ سے کہا تھا کہ وہاں جاکر ملازمت نہیں کرنی حضرت صاحب کی خدمت کرنی ہے۔ جس طرح وہ چاہیں اپنے پاس رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے میں حضرت صاحب کے حکم سے کیسے انکار کرسکتا تھا۔ اُنہوں نے ہسپتال میں کام کرنے کو کہا میں کام کرنے لگ گیا۔

اُس مکان میں آنے کے بعد بھی دو ماہ تک کھانا حضرت صاحب کی طرف سے ہی آتا رہا جو کہ اُمّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے آتا تھا۔ دو ماہ کے بعد حضرت صاحب سے اجازت لے کر ہم نے اپنا کھانا پکانا شروع کیا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب نے سارے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی۔ بے تکلف آمد جاد تھی۔ حضرت صاحب بھی اکثر اندر کی سیڑھیوں سے اندر آ جاتے۔ ڈاکٹر صاحب کو اس مکان کی اس قدر خوشی تھی جیسے جنت میں آ گئے ہوں اور تھا بھی وہ ہمارے لئے جنت کہ خاندان کا قرب حاصل تھا۔ تھوڑی سی تنخواہ تنگی اور تکلیف سے گزر ہوتی تھی مگر حضرت صاحب کے قرب کی وجہ سے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اسی طرح حضرت صاحب کے قرب میں اٹھائیس سال گزارے۔ کسی کو بھی خاندان میں تکلیف ہوتی تو حضرت صاحب اندر کے راستے سے ہی ڈاکٹر صاحب کو بلا لیتے اور حضرت صاحب خود بیمار ہوتے تو ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس ہی رکھتے۔

جب حضرت صاحب کے لئے دوائی بنانے لگتے تو ایک خوراک بنا کر پہلے خود سے پی کر دیکھتے کہ ٹھیک بنی ہے یا نہیں۔ پھر دوسری خوراک بنا کر تیار کرتے اور خود ہی لے کر جاتے پلانے کے لئے اور جب دوائی بنانے لگتے تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے کہ دوائی بنانے میں کوئی غلطی نہ ہو جائے بلکہ دعا کرتے تھے۔ روزمرہ کا یہی کام تھا کہ نماز کے بعد پہلے حضرت صاحب کی طبیعت پوچھنے کے لئے حضرت صاحب کی جس گھر میں باری ہوتی اُدھر ہی چلے جاتے۔ حضرت صاحب صبح کی نماز پڑھ کر آرام فرماتے تھے اُس وقت کوئی جواب نہ ملتا۔ پھر دوبارہ حضرت صاحب کے بیدار ہونے پر دروازے پر حاضر ہوتے۔ جب حضرت صاحب کو اطلاع ہوتی تو حضور فوراً ہی اندر بلا لیتے۔ اپنی طبیعت کا حال بتلاتے اور ٹیکہ لگوانا ہوتا تو ارشاد فرما دیتے کہ آج فلاں ٹیکہ لگا دیں اور باتیں بھی کرتے اور برابر دو گھنٹے ڈاکٹر صاحب کو لگ جاتے۔

1920ء میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈاکٹر صاحب کو لندن بھیج رہے ہیں اور میں بہت ہی فکرمند ہوں اور کہہ رہی ہوں کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ نے تو پٹیالہ سے ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس بلایا تھا اور اب آپ اتنی دور بھیج رہے ہیں۔ اور مَیں رونے لگ جاتی ہوں۔ اسی طرح میری آنکھ کھل جاتی ہے اور آنکھ کھلنے پر دیکھا تو میرا تکیہ واقعی آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔ صبح اُٹھتے ہی میں نے خواب ڈاکٹر صاحب کو سنائی تو ڈاکٹر صاحب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حال پوچھنے گئے تو حضرت صاحب کو یہ خواب سنادی تو حضور زور سے ہنس پڑے اور فرمایا ڈاکٹر صاحب میرے بغیر آپ کیسے جاسکتے ہیں پھر جب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سال بعد 1924ء میں ڈاکٹر صاحب کو اپنے ساتھ ہی لندن لے کر گئے۔ اب جب کہ حضورؓ اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور چلے گئے تو ڈاکٹر صاحب پیچھے اکیلے ربوہ میں کیسے رہ سکتے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

حضرت اُمِ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ڈاکٹر صاحب کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔ گھر میں کوئی بھی چیز تقسیم کر کے اپنے بچوں کی طرف بھیجتیں تو ڈاکٹر صاحب کے لئے بھی ضرور بھجواتیں اور فرماتیں ڈاکٹر صاحب بھی تو ہمارا بچہ ہے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوئے اور ایک مہینہ بیمار رہے۔ حضرت صاحب پہلے صبح ہی صبح اندر کی سیڑھیوں سے تشریف لا کر طبیعت کا حال پوچھتے پھر رات کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد اندر کے راستے سے ہی ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں آ جاتے اور دوسرے لوگ باہر کی سیڑھیوں سے آتے۔ حضور کا پورا مہینہ یہی دستور رہا۔ رات کے گیارہ بجے تک سب دوسرے لوگ جن میں کئی بزرگ ہستیاں بھی تھیں ڈاکٹر صاحب کے پاس بیٹھے رہتے۔ ڈاکٹر صاحب بھی اپنا بستر فرش پر لگوا لیتے اور جب تک حضرت صاحب تشریف فرما رہتے آپ بھی زمین پر لیٹے رہتے۔ نظمیں پڑھواتے۔ کبھی درد صاحب پڑھتے کبھی نیک محمد خان صاحب پڑھتے۔ کبھی احمدیہ سکول کا کوئی آ جاتا تو وہ پڑھتا۔ اندر سے میں خود دو تین دفعہ چائے بنا کر بھیج دیتی۔ غرض یہ مجلس رات کے گیارہ بجے تک رہتی اور پھر جس وقت حضرت صاحب اندر تشریف لے جاتے تو درد صاحب احمدیہ سکول کے دو لڑکوں کی ڈیوٹی لگا کر جو رات کو ڈاکٹر صاحب کے پاس رہتے گھر چلے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور درود ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر جو اتنی محبت اور شفقت اپنے ناچیز ڈاکٹر پر اور ہم سب پر فرماتے۔ آمین

حضورؓ کا ارادہ تبدیلِ آب ہوا کے لئے چار دن کے لئے پھیرو چیچی جانے کا ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بھی ساتھ تھے کیونکہ ہر سفر میں ساتھ ہوتے تھے۔ چار روز کے بعد حضورؓ قادیان تشریف لے آئے۔ اُس کے بعد پھر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارادہ ایک ماہ کے لئے پٹھانکوٹ تبدیلی آب ہوا کے لئے جانے کا ہوگیا۔ اُس وقت میں خود بیمار تھی۔ میرا ایک لڑکا اکیس دن کا ہو کر فوت ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے طبیعت پریشان رہتی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے آ کر بتایا کہ حضرت صاحب ایک ماہ کے سفر پر پٹھانکوٹ جارہے ہیں اور انہوں نے بھی جانا ہے۔ مَیں نے کہا پھر میں اپنے والد صاحب کے ساتھ (جو اُن دنوں قادیان آئے ہوئے تھے) پٹیالہ چلی جاتی ہوں۔ جب آپ آئیں گے تو آ جاؤں گی۔ عزیزم محمد احمد اور عزیزہ زینب اُس وقت چھوٹے بچے ہی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ اچھا میں حضرت صاحب سے جا کر اجازت لے کر آتا ہوں پھر تم چلی جانا۔

حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت چاہی تو حضورؓ نے نہایت محبت و شفقت سے فرمایا کہ اُن کو اس حالت میں پٹیالہ نہیں جانا چاہئے بلکہ آپ والدہ محمد احمد کو بھی اور اُن کے والد کو بھی پٹھانکوٹ ساتھ ہی لے چلیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے آ کر بتایا کہ حضورؓ تو یہ فرما رہے ہیں بس پھر حضورؓ کے فرمان سے انکار کس کو تھا۔ ڈاکٹر صاحب ایک ٹم ٹم کا انتظام کر کے میاں عبداللہ کمپونڈر کو ہمارے ساتھ جانے کے لئے تاکید کر گئے کہ ہمیں گورداسپور تک پہنچا آئیں گے۔ حضورؓ تو اُسی دن ظہر کی نماز کے بعد پھیرو چیچی کو روانہ ہو گئے کیونکہ پھیرو چیچی سے پھر سٹھیالی پہنچنا تھا۔ ہمیں بھی ڈاکٹر صاحب بتا گئے کہ تم سب سٹھیالی کے پلوں پر پہنچ جانا وہاں سے پھر اکٹھے جانا ہو گا۔ ہم دوسری صبح بہت سویرے قادیان سے چل کر دس بجے سٹھیالی کے پلوں پر پہنچے۔ حضورؓ وہاں پہلے سے موجود تھے اور بندوق لئے ہوئے شکار کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ہم بھی وہیں ٹھہر گئے اور کچھ دیر اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ وہاں حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیّدہ اُم ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیّدہ امتہ الحیٔ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب تھے۔ پھر گورداسپور کو قافلہ روانہ ہوگیا۔ وہاں ایک بہت بڑا مکان ملک مولا بخش صاحب نے پہلے سے کرایہ پر لیا ہوا تھا اُسی میں جا کر حضورؓ ٹھہرے۔ پہلے نماز ظہر عصر جمع کر کے پڑھائیں۔ پھر ڈاکٹر صاحب مجھے اور بچوں کو اور میرے والد کو اُوپر کے کمرے میں جگہ دی جس کا راستہ باہر سے بھی تھا تا کہ مردوں کو آنے جانے کی آسانی رہے۔ چار دن گورداسپور میں قیام فرما کر پھر حضورؓ پٹھانکوٹ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک کوٹھی کا پہلے سے ہی انتظام تھا۔ اس میں حضور نے قیام فرمایا۔

کچھ دن ٹھہر کر حضورؓ نے دریائے چکی کی سیر کا پروگرام بنایا۔ وہاں دریائے چکی سے پار گزرنا تھا اور سارا دن ٹھہرنا تھا۔ حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پانی سے بہت ڈر لگتا تھا۔ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ ’’میں تو پانی میں سے گزر کر پار نہیں جاؤں گی میاں آپ چلے جائیں‘‘ تو حضورؓ، میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور درد صاحب وغیرہ ٹانگہ میں (جو کہ اُمِ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذاتی ٹانگہ تھا قادیان سے ساتھ آیا تھا) میں بیٹھ گئے اور اُمِ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ ہم پہلے گزرتے ہیں پھر آپ کو گزاریں گے۔ دریا کی تہہ میں پتھر تھے اس لئے پتھروں میں جا کر پہیے پھنس گئے اور اُس میں پانی بھر گیا۔ اور بڑی مشکل سے حضرت عبد الرحمٰن قادیانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نیک محمد صاحب رضی اللہ عنہ، چوہدری علی محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد الاحد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مل کر ٹانگہ کو نکالا اور پھر حضورؓ پار اُترے۔ ڈاکٹر صاحب کو عبد الاحد خان صاحب نے کندھوں پر اُٹھا کر پار کر دیا۔ بچے بھی سب باری باری ٹانگہ میں بیٹھ کر پار ہو گئے۔ اس سے اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھی ڈر گئیں اور ٹانگہ پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اتنے میں ایک اُونچا چھکڑا آ گیا۔ اُسے دیکھ کر بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پکار اُٹھے ’’حضور آپ کے لئے سواری آ گئی ہے۔ آپ اس میں سوار ہو جائیں یہ اُونچا ہے اس میں پانی نہیں آئے گا خیر۔ ہم سب حضرت اُم ناصر بیگم صاحبہ، سیدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ، حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ مع چند خادمات چھکڑے میں بیٹھ گئیں۔ بیٹھ کر میں نے اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ حضور مجھے بھی پانی سے بے حد ڈر لگتا ہے مجھے اپنے پاس بٹھالیں۔ اس پر اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بالکل اپنے سامنے بٹھا کر دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور اُس وقت تک پکڑے رکھا جب تک پار نہ ہو گئے۔

پار جا کر دیکھا وہاں بانسوں کے پہاڑ تھے اور ایک پہاڑ کے سایہ میں حضور کے لئے الگ جگہ بن گئی وہاں سب مرد تھے۔ ایک طرف اوٹ میں عورتوں کے لئے جگہ بن گئی۔ دوپہر کا کھانا کوٹھی سے تیار ہو کر آتا تھا۔ نیک محمد خان صاحب میاں ناصر احمد کی گھوڑی پر بیٹھ کر کھانا لینے چلے گئے۔

ہم سب دریا کے پاس دریا کا نظارہ دیکھ رہے تھے کیونکہ پانی گھوم گھوم کر چل رہا تھا۔ جب نیک محمد خان صاحب کھانا لے کر واپس آئے تو دیکھا ایک طرف سالن کی دیگچیاں بندھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف روٹیوں کی گٹھڑی۔ جب گھوڑی عین دریا کے درمیان پہنچی تو ایسی ڈگمگائی کہ روٹیوں کی گٹھڑی پانی کے بیچ گر گئی۔ بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی اور چوہدری محمد علی صاحب نے دوڑ کر گھوڑی کو پکڑا اور سالن کی دیگچیاں بچا لیں۔ گھوڑی کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہ نے روٹیوں کو گرتے دیکھ کر اِنا للہ وَ اِنا علیہ راجعون پڑھا۔ سالن تو اینٹوں کا چولہا بنا کر گرم کر لیا لیکن روٹیاں خشک کرنے میں دقّت ہوئی۔ بڑے بڑے پتھر کناروں پر پڑے ہوئے تھے صاف ستھرے تھے اور دھوپ میں خوب تپ رہے تھے ساری روٹیاں ان پر پھیلا دیں گئیں اور انکو اُلٹ پلٹ کر کے خشک کر لیا۔

کھانا کھانے کے بعد اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرمانے کے لئے کچھ دیر کے لئے لیٹ گئیں اور ہم سب خواتین اُن کے ارد گرد بیٹھی رہیں۔ آپ ہمیں اپنی شفقت اور محبت بھری باتوں سے خوش کرتی رہیں۔ پھر فرمانے لگیں سب نماز پڑھ لو۔ ہم سب نے اماں جانؓ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے کچھ دیر بعد حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں سخت گھبراہٹ ہوئی تو آپ نے بھائی جی کو آوازیں دیں کہ حضرت صاحب کو کہو کہ چکی سے پار نکل چلیں۔ بھائی جی نے بتایا کہ حضور تو آرام فرما رہے ہیں۔ اس پر آپ کچھ دیر ٹھہر گئیں پھر نیک محمد خان صاحب کو

آوازیں دیں کہ میاں سے کہیں کہ چکی سے پار چلیں۔ نیک محمد خان صاحب نے کہا کہ وہ تو سو رہے ہیں۔ آپ پھر خاموش ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر آواز دے کر کہا کہ میاں کو جگا دو اور کہو کہ جلدی چلیں۔ حضور بیدار ہو گئے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد سامان سمیٹ کر چکی کی طرف چل پڑے اور کنارے پر آ کر بیٹھے۔ کچھ لوگ پانی میں سے شہتیر پکڑ پکڑ کر پانی سے باہر پھینک رہے تھے۔ کچھ شہتیر پکڑنے کے بعد اُنہوں نے کام چھوڑ دیا۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھائی جی کے بیٹے عبد القادر کو فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ اُنہوں نے شہتیریاں پکڑنی کیوں چھوڑ دیں۔ اُن سے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ چکی میں سیلاب آ گیا ہے اس لئے پکڑی نہیں جا رہیں۔

یہ سُن کر اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو فرمایا کہ جلد چکی پار کریں۔ اُسی تانگہ میں باری باری سب پار اُترے اور ڈاکٹر صاحب اور میاں ناصر صاحب اُسی گھوڑی پر جس نے روٹیاں گرائی تھیں سوار ہوئے اور پار جانے لگے تو درمیان میں آ کر گھوڑی جہاں پہلے ڈگمگائی تھی۔ پھر ڈگمگائی۔ قریب تھا کہ ڈاکٹر صاحب پانی میں گر جاتے اماں جان کی نظر جو پڑی تو آپ نے آوازیں دیں کہ بھائی جی، علی محمد، ڈاکٹر صاحب گرنے لگے ہیں۔ گھوڑی کو پکڑو۔ بھائی جی نے جلدی سے گھوڑی کو پکڑا اور ڈاکٹر صاحب کو پار اُتارا۔ پار اُتر کر حضور نے دونوں نمازیں پڑھائیں۔

اماں جان بار بار یہی فرماتیں کہ میاں اب جلدی چل پڑو اور جلدی کوٹھی پہنچو مگر حضور نے اسی جگہ جو ڈاک آئی تھی دیکھنی شروع کر دی اتنے میں ایک طرف سے تھوڑا سا بادل اُٹھا اور بوندا باندی شروع ہو گئی ہم لوگ اُس وقت ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھی ہوئی تھیں وہاں رتیاں لگی ہوئی تھیں تو ہم سب رتیاں توڑنے لگیں پھر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں اُس ٹیلے سے نیچے بلوایا اور فرمانے لگیں کہ یہ میاں تو اُٹھتے نہیں یہاں بوندا باندی شروع ہو گئی ہے میں تو چلتی ہوں تو ہم سب اماں جانؓ کے پیچھے چل پڑیں۔ تھوڑی دور چل کر اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، دیکھیں پہلے کون کوٹھی پہنچتا ہے۔ اُس وقت میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے تھی۔ میں نے کہا آپ ہی سب سے پہلے پہنچیں گی بس سب چل پڑے جن میں مرزا گل محمد صاحب کی بیوی رضیہ صاحبہ جو اُمّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن تھیں۔ اُنہوں نے حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ہی قدم تیز کیا۔ تھوڑی دیر بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ بس کچھ دور چل کر سب کی ہمت جواب دے گئیں۔ جوتیاں ٹوٹ گئیں، کپڑے بھیگ گئے۔ ٹانگہ ساتھ تھا سب بچوں کو اس پر بٹھا کر پہلے بھیج دیا۔

جب بارش تیز ہوئی تو حضورؓ بھی مع اپنے قافلہ کے اُٹھ کر کوٹھی کی طرف بڑھے اور ہم سے پیچھے آ کر آگے نکل گئے۔ جس وقت حضورؓ ہمارے آگے چلے تو یہ حالت تھی کہ کوٹوں کی جیبیں پانی سے بھری ہوئی تھیں اور پگڑیوں سے پانی بہہ رہا تھا اور شلواریں کیچڑ سے لت پت۔ حضور تو خدا کے فضل سے بہت تیز چلتے تھے اور خدام بھاگ بھاگ کر ساتھ ملتے تھے۔ کوٹھی کے قریب پہنچ کر حضورؓ کو خیال آیا کہ عورتوں کو تو پیچھے چھوڑ آئے۔ اُن کو دیکھیں کیا حال ہے؟ آپ واپس تشریف لے آئے۔ حضور سے پہلے نیک محمد خان صاحب بچوں کو کوٹھی میں اُتار کر ٹانگہ واپس لا چکے تھے۔

اُنہوں نے حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ حضورؓ ٹانگہ میں سوار ہو جائیں۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند قدم کے فاصلے پر پیچھے میں تھی۔ آپ نے فرمایا میں تو ٹانگہ میں سوار نہیں ہوتی پیدل ہی چلی جاؤں گی وہ جو پیچھے تھکی ہاری بیٹھی ہیں اُن کو جا کر لے آؤ۔ پھر نیک محمد خان صاحب نے مجھ سے کہا آپ سوار ہو جائیں۔ پہلے تو میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدل جا رہی ہیں تو میں کیسے سوار ہو جاؤں۔ یہ سوچا کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہی چلی جاؤں گی۔ سو میں نے بھی نیک محمد خان صاحب کو انکار کر دیا اور کہا کہ جو پیچھے بیٹھی ہیں اُن کو لے آؤ۔ وہ اُن سب کو ٹانگہ میں بٹھا کر لے آئے۔ میں خود حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پیچھے کوٹھی میں ٹانگہ میں آنے والوں سے پہلے داخل ہو گئی۔

اماں جانؓ تو سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئیں اور مَیں نے جو دیکھا کہ باورچی خانے میں چار چولہے جل رہے ہیں اور خوب گرم ہے تو وہیں گھس گئی اور پیڑھی پر بیٹھ گئی۔ اتنے میں ٹانگہ والیاں بھی پہنچ گئیں۔ بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی بھی ٹانگہ کے ساتھ ساتھ پہنچے۔ بھائی جی نے میری لڑکی عزیزہ زینب کو کندھوں پر اُٹھایا ہوا تھا کیونکہ اُس نے ٹانگہ پر بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا۔ چونکہ اُس پر خوب بارش پڑی تھی اس لئے وہ سردی سے نیلی ہو گئی اور بالکل مردہ سی ہو گئی۔ بھائی جی نے باہر سے آواز دی کہ زینب کو لے لیں۔ ایک خادمہ زینب کو لے کر آئی میں نے اُس کو بھی وہیں گرم جگہ پر بٹھا لیا اور ایک خادمہ سے اپنا ٹرنک منگوا کر اُس کو خشک کپڑے بدلوائے اور خود بھی بدلے۔

اتنی دیر میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی لباس تبدیل کر کے کوئلوں کی انگیٹھیاں منگوا کر سینکی اور جب ذرا گرم ہوئیں تو اُن کو خاکسار کا خیال آیا۔ آپ نے کمرے کی کھڑکی سے خادماؤں کو آوازیں دیں کہ ڈاکٹر صاحب کی بیوی کدھر گئی۔ کہاں ہے وہ پہنچی بھی کہ نہیں۔ کہیں راستہ میں ہی نہ مر گئی ہو۔ پہلے تو خادمائیں ہنستی رہیں پھر ایک نے باورچی خانہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا وہ یہ ہمارے پاس باورچی خانہ میں بیٹھی ہیں۔ اماں جان باورچی خانہ میں ہی تشریف لے آئیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا ’’ہت تمہارا بھلا ہو سب سے اچھی جگہ تو تم بیٹھی ہو‘‘ تم یہاں کس وقت پہنچی؟ میں نے عرض کیا اماں جان! میں تو آپ کے پیچھے پیچھے ہی چل رہی تھی۔ آپ مقناطیس تھیں اور میں لوہا۔ آپ کے قدموں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ آپؓ ہنستی رہیں پھر اُن کام کرنے والیوں کو فرمایا ’’اُتارو اپنی ہنڈیاں اور یہاں قہوے کے دیگچے چڑھاؤ مرد سب بارش میں شرابور بھیگے آئے ہیں اُن کو باہر قہوہ بھیجو۔‘‘ آپ نے دو دیگچے بھر کر قہوے کے بنوائے اور دو تین سیر مصری نکال کر قہوے کے ساتھ مردوں کو بھجوائی اندر عورتوں کو بھی قہوہ پلوایا۔ دوسری صبح ایک دھوبی اور ایک موچی بلوایا گیا۔ دھوبی کو سارے قافلہ کے کپڑے جو کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے اُٹھا کر دئے اور موچی کو جوتیں گانٹھنے کے لئے بٹھایا۔

صبح کو جب حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب کے ساتھ اکٹھے ہو کر بیٹھیں تو خوب ہنسیں اور فرمانے لگیں جب میں نے کہا کہ دیکھیں کون سب سے پہلے کوٹھی میں داخل ہوتا ہے تو عزیزہ رضیہ نے میرے ساتھ قدم تیز کئے اور یہ چپکی سی کہتی ہے کہ اماں جان آپ ہی پہلے پہنچیں گی سو یہ تو میرے ساتھ لگی ہوئی میرے سے پہلے پہنچ گئی اور رضیہ پیچھے بیٹھی رہ گئی۔

اُس کے چند روز بعد مادھوپور کی سیر کا پروگرام بنایا گیا چار ٹانگے کرایہ پر منگوائے گئے۔ بہت صبح چلنا تھا۔ سالن وغیرہ تو رات کو ہی تیار کر لیا گیا تھا۔ حضرت صاحب نے ایک ٹوکرا ڈبل روٹیوں کا منگوا لیا۔ قافلہ نماز کے بعد روانہ ہوا اور گیارہ بجے کے قریب مادھوپور نہر پہنچ گئے۔ نہر پر بہت بڑا پُل بنا ہوا تھا اُس کو ٹانگوں سے اُتر کر عبور کر کے دوسری طرف جا کر ٹھہرنا تھا۔ باقی تو سب اُس کو پار کر گئے لیکن حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس پر سے نہ گزریں اور کہنے لگیں یہ پُل تو پانی کے اوپر ہے میں تو نہیں جاتی میں بھی آپ کے پیچھے کھڑی تھی آپ فرمانے لگیں بس ہم دونوں یہیں ٹھہریں گے۔ اتنے میں حضورؓ کی نظر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر پڑی تو فرمایا اماں جان تو وہیں کھڑی ہیں اور حضور مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر واپس آئے اور فرمایا اماں جان آپ کیوں نہیں آئیں اور آپ یہاں کھڑی ہیں تو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نہ میاں مجھے تو پُل سے گزرتے ڈر لگتا ہے میں تو یہیں ٹھہروں گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ یہاں اکیلی کیا کریں گی اور یہ آپ کے ساتھ چھوٹا سا کون کھڑا ہے؟ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ تمہارے ڈاکٹر کی بیوی ہے اور میرا ساتھ دے رہی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ نہیں اماں جان چلئے ایک طرف میں چلتا ہوں اور دوسری طرف میاں شریف چلیں گے۔ اس طرح ہم آپ کو لے کر چلتے ہیں۔ بس اماں جان نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک طرف حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری طرف میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح پُل پار کیا۔

جب کھانے کا وقت آیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود سب کو کھانا بانٹا۔ آپؓ ایک ایک ڈبل روٹی اٹھاتے اور اُس کو کھو کھلا کر کے بیچ میں سالن بھرتے اور سب کو ایک ایک پکڑاتے جاتے اور فرمایا اس وقت دستر خوان بچھانے کا وقت نہیں ہے جو بیٹھا ہے بیٹھا کھا لے اور جو کھڑا ہے کھڑا کھا لے کھانے کے بعد نمازیں جمع کر کے پڑھائیں اور عصر کے وقت پٹھانکوٹ واپس آ گئے۔

پھر ایک دن نور پور کی سیر کا پروگرام بنا اور چار ٹانگے منگوائے گئے اور صبح دس بجے قافلہ روانہ ہوا۔ راستہ میں حضورؓ کا ٹانگہ سب سے آگے تھا اُس کے بعد حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیدہ امتہ الحئ بیگم صاحبہ کا اور اُن کے پیچھے بچوں کا ٹانگہ تھا جس میں میں ڈاکٹر صاحب بھی تھے۔ چوتھے ٹانگے میں باقی دوسرے مرد تھے۔ اگلے ٹانگہ میں حضورؓ کوئی شعر کہتے اور ڈاکٹر صاحب کو آواز دے کر سناتے۔ پھر اُسی کے مطابق ڈاکٹر صاحب بھی شعر کہہ کر حضورؓ کو سنا دیتے۔ اسی طرح یہ قافلہ بارہ بجے نور پور پہنچا۔ راستہ میں شاہ پور کنڈی میں کچھ دیر ٹھہرے جہاں پر بے حساب بندر رہتے تھے۔ وہاں کچھ دیر بندروں کا تماشہ دیکھ کر آگے چل دئے۔ نور پور ڈاک بنگلے میں ٹھہرے جو راوی کے منبع پر بنا ہوا تھا۔ اُس جگہ دریا بالکل ایک نالی کی طرح تھا اور کافی گہرائی میں تھا۔ چونکہ وہاں دیر میں پہنچے اس لئے واپسی میں دیر ہو گئی رات ڈاک بنگلہ میں ہی ٹھہرنا پڑا۔ ڈاک بنگلے

سے ہی کھانے کا انتظام کیا اور کچھ کمبل منگوا لئے۔ اسی طرح رات گزاری۔ کھانا جو وہاں سے تیار ہو کر آیا اُس کا گھی بہت خراب تھا۔ سالن تو کسی سے کھایا نہ گیا۔ سوپ اور ڈبل روٹی کے ٹکڑوں پر گزارا کیا۔

دوسری صبح نماز پڑھنے کے بعد ہی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہو گئے اور دس گیارہ بجے تک پٹھانکوٹ پہنچ گئے۔ اس قافلہ میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل تھے۔

1۔حضرت میاں شریف احمد صاحب
2۔عبد الرحیم درد صاحب
3۔ ڈاکٹر صاحب
4۔ بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی
5۔ نیک محمد صاحب۔
6۔ چوہدری علی محمد صاحب۔

باقی مردوں کو کوٹھی پر ہی چھوڑ دیا تھا۔

ایک دن حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اُمّ ناصر بیگم صاحبہ اور سیّدہ امتہ الحیٔ بیگم صاحبہ اور حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع خدام ایسی جگہ تشریف لے گئے جہاں بے شمار چیڑ کے درخت کھڑے تھے اور اُن کا پھل نیچے گرا ہوا تھا جسے توڑ کر چلغوزے نکالتے ہیں۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹا یہ اُٹھا کر لاؤ اس میں سے چلغوزے نکلیں گے۔ میں اُٹھا کر لائی لیکن وہ خالی تھا تو آپؓ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے اس میں سے نکالے جا چکے ہیں۔ پٹھانکوٹ میں ایک دن لطیفہ ہوا۔ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کے لئے خیمہ لگانے کا ارشاد فرمایا کیونکہ کوٹھی میں جگہ کم تھی۔ وہاں سارے مرد بیٹھے ہوئے تھے میرے والد صاحب کھونٹیاں بنا بنا کر دے رہے تھے اور باقی لوگ انہیں گاڑ رہے تھے۔ حضورؓ ایک کمرے میں لیٹے ہوئے تھے اور عبد الاحد خان آپ کو دبا رہے تھے، حضورؓ نے کھڑکی میں سے لوگوں کو اکٹھے ہوتے دیکھا تو عبد الاحد خان صاحب سے پوچھا یہاں کیا ہو رہا ہے۔ عبد الاحد خان صاحب جن کو اُس وقت چائے اور قہوہ کا نشہ ہو رہا تھا کہنے لگے حضورؓ قہوہ پی رہے ہیں۔ حضورؓ نے جب دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ خیمہ لگایا جا رہا ہے۔ حضور عبد الاحد خان صاحب کی اس بات پر خوب ہنسے۔

ڈاکٹر صاحب کو ہر جلسے پر یہی خواہش رہتی کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک وقت کا کھانا ہمارے گھر مہمانوں کے ساتھ کھالیں اور سب مہمانوں کو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تبرک کھانا نصیب ہو۔ ایک دفعہ یہ عجیب لطیفہ ہوا کہ جلسہ ختم ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز دعوت کا خیال آیا۔ حضور کے کھانے کا انتظام کرنا تھا۔ حضورؓ کی باری اُس دن سارہ بیگم (اُمّ رفیع) کی طرف تھی۔ میں خود دعوت منظور کروانے کے لئے سیّدہ اُمّ رفیع صاحبہ کی طرف گئی۔ جب حضورؓ سے کھانے کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ پہلے اُمّ طاہر صاحبہ کی طرف سے میری کاپی لاکر دو پھر بتاؤں گا۔ میں جلدی سے کاپی لانے کے لئے چلی گئی اور واپس آ کر کاپی حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رکھ دی۔ اور مجھے بالکل سمجھ نا آئی کہ حضورؓ نے کیا فرمایا ہے اور باہر آ کر کھانے کی منظوری کے لئے انتظار کرتی رہی۔

جب کافی دیر ہوگئی تو میں واپس آ گئی کہ شائد آج حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ منظور نہیں فرمائیں گے۔ اور گھر میں آ کر ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ نہیں بتلایا اور میں انتظار کر کے واپس آ گئی ہوں۔ شائد حضورؓ کا منشاء نہیں یا وقت نہیں کہ وہ کھانے کے لئے تشریف لائیں۔ اُس روز پھر کھانے کا اہتمام نا کیا۔ لیکن حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی سمجھے ہوئے تھے کہ کھانا ڈاکٹر صاحب کی طرف ہے جب رات کے دس بجے تو حضور نے عبد الاحد خان پٹھان کو بھیجا کہ جاؤ ڈاکٹر صاحب کو پوچھو کہ اگر سب مہمان کھانے کے لئے آ گئے ہیں تو میں بھی آ جاؤں۔ ڈاکٹر صاحب فوراً اندر آئے اور مجھ سے کہا کہ تم تو کہتی تھی حضور نے کچھ جواب نہیں دیا حضور تو کھانے کا پوچھوا رہے ہیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ سمجھ ہی نہیں آئی تھی۔ اُس روز حضور کی سیّدہ اُمّ طاہر صاحبہ کی طرف باری تھی۔ ڈاکٹر صاحب مجھے کہنے لگے تم جلدی سے اُمّ طاہر صاحبہ کی طرف جا کر اُن کو بتلا دو کہ مجھے غلطی لگی ہے اور میں کھانا تیار نہ کرسکی۔ جس وقت حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف آئیں تو آپ حضور کو یہیں ٹھہرا لیں اور میری غلطی کا بھی بتلا دیں اور معافی بھی میری طرف سے چاہیں۔ کیونکہ ہمارے گھر آنے کا راستہ اُمّ طاہر کے صحن سے ہی آتا تھا۔ عبد الاحد خان سے کہہ دیا کہ حضور سے عرض کریں کہ کھانا تیار ہے آ جائیں۔ حضور جب صحن میں آ کر سیڑھی چڑھنے لگے تو اُمّ طاہر نے کمرے سے آواز دی کہ آپ کا کھانا یہیں ہے اُوپر نہ جائیں مگر حضور نے بھی نہ سنا اور اُوپر آ کر ڈاکٹر صاحب کو آواز دی۔ ڈاکٹر صاحب نکل کر بھاگے اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور والدہ محمد احمد کو غلطی لگی کہ آپ نے کھانا منظور نہیں کیا اس لئے کھانا تیار نہ کیا گیا۔ حضرت صاحب ہنستے ہوئے واپس نیچے چلے گئے۔

دوسرے روز عزیزم محمد احمد کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ جاؤ حضور سے عرض کرو کہ آج کھانا آپ ہمارے یہاں کھائیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا ’’بہت اچھا‘‘

جب کھانا تیار ہو گیا تو میں خود حضورؓ کو بلانے کے لئے گئی۔ اُس روز سیّدہ اُمّ طاہر کے گھر باری تھی۔ میں نے اُن سے کہا کہ حضور کی خدمت میں عرض کر دیں کہ کھانا تیار ہے آپ چلیں۔ جب حضورؓ کو کھانے کے لئے عرض کیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس پڑے کہ مجھے تو کھانے کا کوئی پتہ نہیں میرے پاس تو کوئی نہیں آیا اس پر میں نے عرض کی حضور صبح محمد احمد آپ کے پاس آیا تھا۔ حضور نے فرمایا مجھے تو پتہ نہیں، کونسا محمد احمد آیا تھا اور کئی محمد احمد کے نام گنوا دئے۔ میں نے عرض کیا نہیں حضور ڈاکٹر صاحب کا محمد احمد، حضورؓ نے فرمایا کون سا ڈاکٹر؟ مَیں نے عرض کیا جو آپ کے ڈاکٹر ہیں تو حضورؓ چپ ہو گئے۔ مَیں نے گھر آ کر اپنی چھوٹی بیٹی عزیزہ زینب جو (سات آٹھ سال کی تھی) کو بھیجا کہ جاؤ حضورؓ کو ساتھ لے کر آؤ۔ وہ بھاگی بھاگی گئی۔ حضورؓ پہلے ہی آنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اُس نے جا کر حضورؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ چلیں آپ کھانا کھائیں۔ یہ حضورؓ کے ساتھ بے تکلف تھی کیونکہ حضور بہت محبت اور پیار سے اُس سے پیش آتے تھے۔ حضورؓ نے آ کر کھانا تناول فرمایا اور سب مہمانوں کو تبرک بھی نصیب ہوا جو کہ مختلف جگہوں سے آئے ہوئے تھے۔ (پٹیالہ۔ سمانہ۔ دہلی۔ فروز پور)

ایک دفعہ حضورؓ کو کسی شہادت کے سلسلے میں گورداسپور جانا تھا۔ حضورؓ ڈاکٹر صاحب کو ساتھ نہ لے کر گئے کیونکہ دوسرے ہی دن واپس آ جانا تھا۔ وہ رات ڈاکٹر صاحب نے ساری رات حضورؓ کی خیریت سے واپسی کی دعائیں کرتے اور قرآن شریف پڑھتے گزاری۔ اُمّ طاہر صاحبہ کا کمرہ چونکہ ہمارے مکان کے ساتھ ہی ہوتا تھا وہ بھی سنتی رہیں۔ جب آنکھ کھلتی ڈاکٹر صاحب کے قرآن شریف پڑھنے کی آواز جاتی۔ صبح اُٹھ کر اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ڈاکٹر صاحب ساری رات جاگتے رہے ہیں کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضورؓ جو اُن کو پیچھے اکیلا چھوڑ گئے ہیں اس لئے بے چین رہے۔ ساری رات قرآن پڑھتے اور دعائیں کرتے گزاری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تمام عمر سلسلہ کی خدمت اور خلیفہ وقت کی خدمت میں مصروف رہ کر گزاری۔ نہ دن دیکھا نہ رات کو رات سمجھا۔ اپنی جان مال اور اوّلاد کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی نیکیوں اور خدمتوں کو قبول فرمائے۔

آمین ثم آمین

نمائندگان برائے الفضل آن لائن (قسط 2)

حضور انور ایدہ اللہ نے الفضل آن لائن کی ترقی و ترویج کے لئے مزید نمائندگان مقرر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ پہلے نمائندگان حسب سابق کام کرتے رہیں گے۔

براعظم افریقہ

گیمبیا	مکرم مسعود احمد طاہر (مربی سلسلہ)
	مکرم رانا ظہیر احمد (پریس)
سیرا لیون	مکرم سید سعید الحسن (مربی سلسہ)
ٹوگو	مکرم عرفان احمد ظفر (مربی)
نمیبیا / زیمبیا	مکرم طاہر احمد سیفی (مربی سلسلہ)
نائجیریا	مکرم عبد الواسع عابد

براعظم یورپ

سوئٹزرلینڈ	مکرم صباح الدین بٹ
فن لینڈ	مکرم طاہر احمد
یونان	مکرم ارشد محمود
پرتگال	مکرم حمید اللہ ظفر (مربی سلسلہ)
ناروے	مکرم میر عبد السلام
جرمنی	مکرم انصر بلال (مربی)
	مکرم فاتح احمد ناصر (مربی سلسلہ)
	مکرم ڈاکٹر وسیم احمد
یوکے	مکرم مشہود احمد بھٹی (سابق مربی)
	مکرم راجہ عطاء المنان
	مکرم نعمان ہادی
	مکرم عنایت اللہ زاہد (سابق مربی)
آئس لینڈ	مکرم منصور احمد ملک

براعظم ایشیا

کوریا	مکرم خواجہ طارق شمیم
طوالو	مکرم طارق رشید آف فجی
جزائر سلمن / پاپوانیوگنی	مکرم اطہر محمود نیشنل سیکرٹری تحریک جدید آسٹریلیا
ملیشیا	مکرم فواد احمد ناصر
سنگاپور	مکرم عطاء القدوس

براعظم امریکہ

امریکہ	مکرم عبد اللہ ٹبا (مربی)
ٹرینڈاڈ	مکرم قدوس ملک (صدر قضا بورڈ)
	مکرم قاصد وڑائچ (مربی)
کینیڈا	مکرم عرفان احمد قریشی (مربی)
	مکرم فہیم احمد فاروق

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید۔ پرائیویٹ سیکرٹری لندن یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 12 مئی 2022ء بروز جمعرات دوپہر 12 بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر دو نماز جنازہ حاضر اور چند نماز جنازہ غائب پڑھائے۔

نماز جنازہ حاضر

1۔ مکرمہ عابدہ چوہدری صاحبہ اہلیہ مکرم منصور احمد کاہلوں صاحب مرحوم (یوکے)

9 مئی 2022ء کو 83 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ کا تعلق حیدرآباد سندھ سے تھا۔ 1970ء میں شادی ہو کر یوکے آئیں۔ مرحومہ پرہیزگار، متقی اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار، پنجگانہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، چندوں میں باقاعدہ اور ایک غریب پرور نیک خاتون تھیں۔ لجنہ اماء اللہ حلقہ پٹنی میں خدمت کی توفیق پائی۔ آپ مکرم چوہدری ناز احمد ناصر صاحب (واقف زندگی وکالت تبشیر یوکے) کی نسبتی ہمشیرہ تھیں۔

2۔ عزیزم تابان احمد منہاس ابن مکرم زاہد منہاس صاحب (مچم۔ یوکے)

گزشتہ دنوں 2 سال 3 ماہ کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ عزیز تحریک وقف نو میں شامل تھا۔

نماز جنازہ غائب

1۔ مکرمہ امۃ المتین صاحبہ بنت مکرم چوہدری شریف احمد صاحب (کھاریاں)

15 دسمبر 2021ء کو 56 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ کے پڑدادا حضرت غلام محمد صاحبؓ، پڑنانا حضرت چوہدری حسن محمد صاحبؓ، دادا حضرت چوہدری محمد خان صاحبؓ اور نانا حضرت چوہدری غلام محی الدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ آپ نے مقامی سطح پر مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ بہت خوبیوں کی مالک، سادہ مزاج، ملنسار، مہمان نواز، سلیقہ شعار، صفائی پسند اور دوسروں کا احساس کرنے والی ایک نیک اور نافع الناس وجود تھیں۔ خلافت کا بے حد احترام کرتی تھیں اور باقاعدگی سے خطبات سنتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ مکرم چوہدری لئیق احمد ناصر صاحب (وکیل الدیوان ربوہ) کی ہمشیرہ تھیں۔

2۔ مکرمہ بشریٰ رزاق صاحبہ اہلیہ مکرم ملک رزاق احمد صاحب (ربوہ)

9 اپریل 2022ء کو 59 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کے والد مکرم مرزا محمد طفیل صاحب نے خلافت ثالثہ کے دور میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔ مرحوم نے تکلیف دہ بیماری کا بڑے صبر و ہمت سے مقابلہ کیا۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی، مہمان نواز، چندوں میں باقاعدہ، ایک نیک، مخلص اور ہمدرد خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ مکرم فراز احمد ملک صاحب (مربی سلسلہ۔ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ ربوہ) کی والدہ تھیں۔

3۔ مکرم مرزا عبدالغفور صاحب ابن مکرم مولا بخش صاحب (فرینکفرٹ۔ جرمنی)

17 مارچ 2022ء کو 93 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ خدمت خلق، ایمانداری، دین سے محبت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ احمد نگر میں آپ کی ورکشاپ تھی جہاں آپ تبلیغ کرتے تھے اور ورکشاپ کا ایک حصہ نماز کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا۔ خراد کے کام کے ماہر تھے اور ڈگری کالج ربوہ میں آپ یہ کام سکھاتے بھی رہے۔ آپ کو سیلاب کے دوران احمد نگر اور ربوہ کے احمدیوں کی جانیں بچانے کی بھی توفیق ملی۔ جرمنی آنے پر شعبہ سمعی بصری سے منسلک ہو گئے اور چار سال تک وہاں خدمت کی توفیق پائی۔ مسجد نور فرینکفرٹ میں لمبا عرصہ خادم مسجد کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔ خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ سلسلہ کے بزرگان اور مربیان کا بہت احترام کرتے تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

4۔ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمود احمد طاہر صاحب

20 مارچ 2022ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ چوہدری نواب دین صاحب مرحوم کی پوتی تھیں جو تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ مرحومہ شعبہ تدریس سے وابستہ رہیں۔ مرحومہ نے ڈسکہ کلاں میں لجنہ کے مختلف عہدوں پر نہایت لگن اور اخلاص سے خدمات سرانجام دیں۔ انتہائی مخلص فدائی احمدی تھیں اور بڑی خوبیوں کی حامل تھیں۔ جماعتی کاموں کو پوری دلجمعی سے انجام دیا کرتی تھیں۔ صدقات وخیرات اور دیگر کارہائے خیر میں بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا کرتی تھیں۔ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ تہجد کا بھی باقاعدہ التزام کیا کرتی تھیں۔ تلاوت قرآن کریم اور سلسلہ کی کتب کے مطالعہ کا بڑا شوق رکھتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم عمر محمود صاحب مربی سلسلہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

5۔ مکرمہ رضیہ ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد صاحب (کینیڈا)

21 اپریل 2022ء کو 82 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ حضرت محمد خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں جنہیں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے ہمراہ دستی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ آپ کا خاندان خوست افغانستان سے ہجرت کر کے مردان میں آباد ہوا۔ مرحومہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتی تھیں۔ افریقہ اور تھرپارکر سندھ میں اپنے خرچ پر 5 کنوئیں لگوانے کی توفیق پائی۔ 30 سال مردان میں اور 17 سال آٹوا کینیڈا میں بطور سیکرٹری مال لجنہ خدمت بجالاتی رہیں۔ مرحومہ کو قرآن کریم سے عشق تھا اور نصف سے زیادہ قرآن کریم حفظ تھا۔ ہر بچے کی پیدائش اور ہر بچی کی شادی پر قرآن کریم تحفۃً پیش کرتی تھیں۔ پنجگانہ نمازوں اور تہجد کا باقاعدہ التزام کرتی تھیں۔ بہت نیک صالح، غریب پرور اور ملنسار خاتون تھیں۔ اپنے بچوں کی بہت اچھی تربیت کی۔ سب بچے اللہ کے فضل سے جماعت اور خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ مرحومہ 1/3 حصہ کی موصیہ تھیں۔

6۔ مکرمہ مبارکہ انور صاحبہ اہلیہ مکرم محمد انور خان صاحب (کیلگری۔ کینیڈا)

21 مئی 2020ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ مکرم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب معالج حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بہو تھیں۔ مرحومہ کو دس سال تک لاہور میں صدر لجنہ حلقہ شادمان اور کینیڈا میں بطور نگران حلقہ نارتھ ویسٹ کیلگری خدمت کی توفیق ملی۔ مرحومہ مہمان نواز، ملنسار، اپنوں اور غیروں کی ہمدرد، ایک نیک، صالح اور مخلص خاتون تھیں۔

7۔ مکرمہ صدیقہ جمیل صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ جمیل احمد رشید صاحب

22 اپریل 2021ء کو 83 سال کی عمر میں لاہور میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحومہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے خاندان سے تھیں۔ آپ کینیڈا میں لوکل جماعت کی فعال رکن تھیں۔ مرحومہ بہت ملنسار، مہمان نواز، اپنوں اور غیروں سے ہمدردی کا سلوک کرنے والی، ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

ادارہ الفضل آن لائن ان تمام مرحومین کے لواحقین سے دلی تعزیت کرتا ہے

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: اے چھاؤں چھاؤں شخص تیری عمر ہو دراز...... از صفحہ 10

انور کو قریب سے دیکھنے نے مجھے سکھایا ہے کہ ایک اچھی احمدی ناصرہ کیسے بننا ہے۔سب سے اہم چیز وقف نو کی کلاس تھی کیونکہ مجھے حضور انور سے سوال پوچھنے کا موقع ملا اور اگلے روز ہماری فیملی ملاقات تھی اور حضور انور کو میں کلاس کی وجہ سے یاد تھی۔ اس بات سے میں بہت خوش ہوئی۔ اس دورہ سے میں نے یہ سیکھا ہے کہ حضور انور جو فرمارہے ہے اسے ہمیں دھیان سے سننا چاہیے۔

Melbourne کے احمدیوں کے جذبات

مجھے جماعت کے دیگر ممبران سے بھی بات کرنے کا موقع ملا اور حضور انور کے Melbourne میں ایک ہفتہ بسر کرنے کے اثرات نہایت نمایاں تھے۔

*مکرم عبدالقدیر راضی صاحب نے بتایا کہ 'اس حقیقت کا بیان کرنا مشکل ہے کہ حضور یہاں ہمارے درمیان موجود تھے۔جس دوران حضور یہاں تھے تو مجھے لگ رہا تھا کہ ہم کسی اور دنیا میں ہیں۔حضور انور کے دورہ کے دوران ہم نے ایسے احمدیوں کے چہرے بھی دیکھے جو پہلے نہ دیکھے تھے اور وہ جماعت کے قریب آگئے ہیں۔ میں سیکرٹری وصایا ہوں اور حضور انور کے دورہ کے بعد سے ہماری لوکل جماعت کے درجنوں احباب نے وصیت کے نظام میں شمولیت اختیار کی۔

*ایک لوکل خادم مکرم حیدر مسعود صاحب جو بطور لوکل قائد اور سیکرٹری تعلیم کی خدمت بجا لا رہے تھے، نے حضور انور کے دورہ کے بارے میں بہت جذباتی گفتگو فرمائی۔ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ 'حضور انور کا آسٹریلیا تشریف لانا میری زندگی کا سب سے یادگار لمحہ تھا۔ ابھی بھی میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں کہ میرے جیسے شخص کو حضور انور سے ملنے کی سعادت ملی اور حضور انور کا قرب نصیب ہوا۔حضور انور کے دورہ نے مجھے یکسر بدل دیا ہے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی سوچ کے تابع جماعت کے بارے میں آپ کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے یا آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں یا اتنی مالی قربانی نہیں کرتے جتنی کرنی چاہیے۔ حضور انور کو دیکھتے ہی ایسے جذبات ہوا ہو جاتے ہیں۔ میری زندگی، میرا دل، میرا مال، میرے اہل و عیال اور ہر چیز حضور انور کے قدموں پر نثار ہے۔ میں کس قدر خوش قسمت ہوں کہ حضور انور سے میری ملاقات ہوئی۔ سینکڑوں احمدی جو مجھ سے کئی درجہ بہتر ہیں اور پاکستان اور بنگلہ دیش جیسے ملک میں رہتے ہیں، اس خوش قسمت موقع کے لیے دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔

*محترم ڈاکٹر سلمان احمد صاحب نے بتایا کہ 'حضور انور کے دورہ کے دوران میری آپ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ اس دن جب میں نے پہلی مرتبہ حضور انور کو دیکھا تو فوراً میرے دل میں یہ جذبات پیدا ہوئے کہ میں حضور انور سے پہلے کیوں نہیں ملا۔ مجھے خیال آیا کہ میں نے گزشتہ سال ضائع کر دئے ہیں۔حضور انور کی موجودگی تمام جماعتوں کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ لوگوں کو بسا اوقات جماعت کے بارے میں کچھ تحفظات ہوتے ہیں لیکن براہ راست حضور انور کی تقاریر سننے سے وہ سب بودے خیالات دور ہو جاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ حضور کی موجودگی نے Melbourne جماعت کی حالت ہی بدل دی ہے۔حضور انور کی دورہ کی برکت سے ہماری جماعت ایک دوسرے کے قریب آ گئی ہے اور ہماری آپس کی محبت میں روز افزوں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح حضور انور کے دورہ کے دوران ہم میں سے اکثریت نے کوشش کی کہ باقاعدگی سے نمازیں ادا کریں اور اب یہ ہماری زندگیوں کا حصہ بن چکی ہیں۔

*محترم طاہر احمد صاحب نے بتایا کہ 'حضور انور کی آسٹریلیا میں موجودگی نے ہر احمدی میں ایسی خوشی کی لہر دوڑا دی ہے کہ ہر کوئی اب اس بات کو اپنا فرض سمجھتا ہے کہ جماعتی خدمت پوری ذمہ داری، اخلاص اور محبت سے کرے۔حضور انور کے دورہ کے باعث ہم پر دوسروں تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کی اہمیت واضح ہوئی ہے اور ہمارا تبلیغ کا شعبہ پہلے سے زیادہ فعال ہوگیا ہے۔‹

*محترم ڈاکٹر محمد ملک مجوکہ صاحب نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا کہ 'حضور انور کی قربت میں چند دن بسر کرنے کے بعد مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ ایک سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مجھے حضور انور کی شفقت اور محبت کا پتہ چلا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ بہت وسیع حوصلہ کے مالک ہیں اور ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں پر نہایت محبت سے اصلاح فرماتے ہیں۔ خلیفہ کے ساتھ تعلق پہلے سے بڑھ کر مضبوط ہوا ہے اور حضور انور کی دوبارہ آسٹریلیا تشریف آوری باعث صد افتخار ہو گی۔

(حضور انور کا دورہ آسٹریلیا 2013 حصہ دوم۔اردو ترجمہ از ڈائری عابد خان)

فقہی کارنر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری زمانہ میں اکثر دفعہ احباب آپ کے لئے نیا کرتہ بنوالاتے تھے اور اسے بطور نذر پیش کر کے تبرک کے طور پر حضور کا اُترا ہوا کرتہ مانگ لیتے تھے۔ اسی طرح ایک دفعہ کسی نے میرے ہاتھ ایک نیا کرتہ بھجوا کر پرانے اترے ہوئے کرتے کی درخواست کی۔ گھر میں تلاش سے معلوم ہوا کہ اس وقت کوئی اُترا ہوا بے دھلا کرتہ موجود نہیں۔جس پر آپ نے اپنا مستعمل کرتہ دھوبی کے ہاں کا دھلا ہوا دیئے جانے کا حکم فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو دھوبی کے ہاں دھلا ہوا کرتہ ہے اور وہ شخص تبرک کے طور پر میلا کرتہ لے جانا چاہتا ہے۔حضور ہنس کر فرمانے لگے کہ وہ بھی کیا برکت ہے جو دھوبی کے ہاں دھلنے سے جاتی رہے۔ چنانچہ وہ کرتہ اُس شخص کو دے دیا گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ وہ شخص غالباً یہ تو جانتا ہوگا کہ دھوبی کے ہاں دھلنے سے برکت جاتی نہیں رہتی۔ لیکن محبت کا یہ بھی تقاضا ہوتا ہے کہ انسان اپنے مقدس محبوب کا اُتار ہوا میلا بے دُھلا کپڑا اپنے پاس رکھنے کی خواہش کرتا ہے اور اسی طبعی خواہش کا احترام کرتے ہوئے گھر میں پہلے میلے کپڑے کی تلاش کی گئی لیکن جب وہ نہ ملا تو دُھلا ہوا کرتہ دے دیا گیا۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 343-344)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری

اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزّز بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کیلئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شِعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کرلو۔ دین کو دُنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہونگی۔ اس کے فضلوں کے وارث تم بنو گے۔

(خطباتِ نُور۔ صفحہ 189، ایڈیشن چہارم۔ سنِ اشاعت دسمبر 2003ء)

مرسلہ: بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

23 مئی 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:14	18:55
مدینہ منورہ	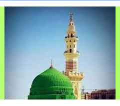	04:07	19:02
قادیان		03:52	19:24
ربوہ		03:32	19:03
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:33	20:58